بسم اللہ الرحمن الرحیم

الديمقراطيّة دين

دین جمہوریت

از: ابو محمد المقدسی حفظہ اللہ

ترجمہ: ابو دجانہ المہاجر حفظہ اللہ (الکراتشی)

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

website: http://www.muwahideen.tk
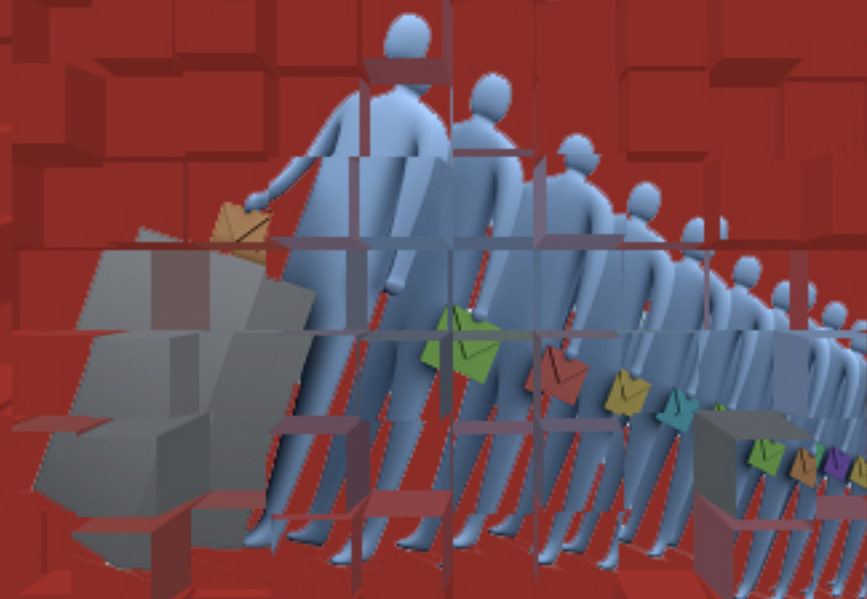
email : info@muwahideen.tk

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازات — ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

الديمقراطيّة دين

دین جمہوریت

مولف

فضیلۃ الشیخ ابو محمد عاصم المقدسی حفظہ اللہ

ترجمہ

فضیلۃ الشیخ ابو دجانہ المہاجر حفظہ اللہ (الکراتشی)

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

website: http://www.muwahideen.tk

email : info@muwahideen.tk

ادارہ: مرکز عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين الذين ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون والصلاة والسلام على نبينا محمد و آله وصحبه اجمعين ومن دعا بدعوته بسنته الى يوم الدين وبعد.

قارئین کرام کو ہم ایک انتہائی نفیس کتاب پیش کررہے ہیں جو اپنے مختصر سائز وصفحات کے باجود دین جمہوریت اور قانون ساز پارلیمنٹ میں شرکت سے متعلق بہت سوالات کے باکفایت جوابات پر مشتمل ہے فاضل بھائی ابومحمد المقدسی حفظہ اللہ اس کے مصنف ہیں جو کہ ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اپنی ذات کو علم وحق کی نشر واشاعت کے لئے وقف کررکھا ہے ہم دعا گو ہیں کہ اللہ انہیں توفیق وسداد سے نوازے اور ان کی جملہ مساعی قبول فرما کر ان کے لئے نفع بخش بنادے یقیناً وہ سخی وکریم ہے۔ اور طالبین حق کو ہم دعوت دیتے ہیں کہ وہ وصول واتباع حق کے حصول کے پیش نظر محض اللہ کے لئے قلب صافی سے اس کا مطالعہ کریں۔

یا اللہ ہمیں حق کو حق ہی دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق دے اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے اجتناب کی توفیق دے اور ہمارے اس عمل کو اپنی رضا کے لئے خالص اور اپنے بندوں کے لئے نافع بنادے۔

انه ولى ذلک والقادر عليه آمين . صلى الله على محمد و آله وصحبه وسلم.

از فضیلۃ الشیخ ابودجانہ المہاجر حفظہ اللہ (الکراتشی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ مولف

ان الحمد للّٰہ و نستعینہ و نستغفرہ و نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا و من سیّئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فھو المھتد و من یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا و اشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریك لہ وھو حسبنا و نعم الوکیل و اشھدان محمداً عبدہ ورسولہ قائدنا و اسوتنا صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعلی آلہ و اصحابہ و اتباعہ الی یوم الدین......و بعد

شرکیہ قانونی پارلیمانی انتخابات سے قبل میں نے جلدی میں ان چند اوراق کو تحریر کیا ہے جبکہ لوگ جمہوریت کے فتنے میں مبتلا ہیں اور نام نہاد دیندار بے دین طواغیت اس جمہوریت کا دفاع کرنے اور اس کی طرف دعوت دینے میں مشغول ہیں حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کر کے کبھی اسے حریت کہتے ہیں کبھی مشاورت کا نام دیتے ہیں اور یوسف علیہ السلام کی حکومت سے استدلال کرتے ہیں تو کبھی نجاشی کی بادشاہت سے اور دوسرا طبقہ مصلحتوں اور ضروریات کو دلیل بناتا ہے تاکہ اس کمینگی سے حق و باطل اور نور وضلالت اور توحید وشرک کو خلط ملط کر دیں اللہ کی توفیق سے ہم نے اس کتاب میں ان تمام شبہات کا ردّ کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ جمہوریت اللہ کے دین کے مقابل ایک مستقل دین ہے اور توحید کے خلاف ایک ملت ہے اور جمہوریت کی پارلیمانی اور اسپیکر کی نشستیں صریح شرک اور بت پرستی ہے جن سے اجتناب کرنا توحید کی سالمیت کے لئے ضروری ہے جو بندوں پر اللہ کا حق ہے بلکہ اس کی بیخ کنی کرنا اور اسکے متعلقین سے بغض وعداوت رکھنا اور ان کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے اور یہ کہ یہ اجتہادی

مسئلہ نہیں جیسا کہ بعض دھوکے باز گمان کرتے ہیں بلکہ یہ واضح شرک وکفر ہے جس سے اللہ نے اپنی محکم تنزیل میں ڈرایا ہے اور نبی ﷺ طویل عرصہ اس کے خلاف برسر پیکار رہے ہیں لہٰذا میرے موحد بھائی نبی کے متبع اور مددگار بننے کی کوشش کریں جو شرک ومشرکین سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے اور حق واہل حق کی اجنبیت کے اس دور میں اس گروہ میں شامل ہوجائیں جو دین اللہ کے قیام کے لئے سرگرم عمل ہے جس کے متعلق مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کا حکم قائم رکھے گا جو ان کی مدد کرنا چھوڑ دے یا ان کی مخالفت کرے وہ انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا حتی کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان میں شامل فرمائے۔ آمین الہ العالمین۔

والحمد للّٰہ اوّلاً و آخراً

کتبہ ابو محمد

فضیلۃ الشیخ عاصم المقدسی حفظہ اللہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اسی لئے ہر حاکم جو کتاب اللہ کے بغیر فیصلہ کرتا ہوا سے طاغوت کہا گیا ہے‘‘۔(مجموع الفتاوی:۲۰/۱۲۸)

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا:’’طاغوت ہر اس معبود یا متبوع یا مطاع کو کہتے ہیں جس کے ذریعے بندہ اپنی حد سے تجاوز کر جائے لہٰذا ہر قوم کا طاغوت وہ ہوا جس کے پاس وہ اللہ اور اس کے رسول کے سوا فیصلے کے لیے جاتے ہیں یا اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہیں یا اللہ کی جانب سے بلا بصیرت اس کی اتباع کرتے ہیں یا اس کی اس بات میں اطاعت کرتے ہیں جس کے متعلق وہ نہیں جانتے کہ وہ اللہ کی اطاعت ہے۔(اعلام الموقعین عن رب العالمین : ۱/۵۰)

تو دور حاضر میں اللہ تعالیٰ کے سوا طاغوتی معبودوں میں سے یہ جھوٹے معبودان اور ارباب بھی ہیں جنہیں اکثر لوگ اللہ کے سوا قانون ساز کہتے ہیں کہ ان کے اور ان کے پیروکاروں کے ساتھ کفر و براءت کرنا ہر موحد پر فرض ہے تا کہ جہنم سے نجات حاصل کرنے کے لئے مضبوط کڑے کو تھام سکے فرمایا:

اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا لَمۡ يَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ ‌ؕ وَلَوۡلَا كَلِمَةُ الۡفَصۡلِ لَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ.(شوری:۲۱)

کیا ان کے لئے ایسے شرکاء ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین کے وہ قانون بنائے جس کی اللہ نے اجازت نہ دی اور اگر کلمہ فصل نہ ہوتا تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔

اس طرح کہ وہ قانون سازی کو اپنا یا اپنی پارلیمنٹ اور ملکی یا صوبائی یا علاقائی حکومتی اداروں کا حق یا اپنی

صفت مانتے ہیں اور اپنے قانونوں اور دستوروں میں اسے ضبط تحریر میں لاتے ہیں جیسا کہ ان کے ہاں مشہور معروف ہے (کویتی دستور کے آرٹیکل 51 میں لکھا ہے: قانون سازی جس کا اختیار صدر یا قومی اسمبلی رکھتی ہے دستور کے مطابق ہے۔ اسی طرح کی اردنی غیر شرعی دستور کے آرٹیکل 25 میں لکھا ہے: قانون سازی کی اختیار بنیادی طور پر بادشاہ یا قومی اسمبلی رکھتی ہے ایسے ہی مصری دستور کے آرٹیکل 86 میں لکھا ہے: قومی اسمبلی قانون سازی کا اختیار رکھتی ہے) اس طرح تو وہ ہر اس شخص کے رب ہوئے جو اس کفر و شرک پر ان کی بات مانتا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان عیسائیوں کے متعلق جنہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کی پیروی کی فرمایا

اِتَّخَذُوٓا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ. (توبہ: ۳۱)

کہ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔

بلکہ ان کی حالت تو ان سے بھی گئی گزری ہے کیونکہ ان علماء اور درویشوں نے اگر چہ ایسا کیا لیکن ان کے لئے باقاعدہ قانون و دستور کی ایسی کتابیں نہیں لکھیں جن کی خلاف ورزی کرنے والے کو یا ان پر عیب لگانے والے کو سزا دی جائے اور وہ انہیں اللہ کی کتاب کے برابر قرار دیتے ہوں بلکہ انہیں اس پر نگران یا حاکم مانتے ہیں جیسا کہ ان لوگوں کی حالت ہے۔

یہ سمجھنے کے بعد یقین کر لیں کہ عروۃ وثقیٰ کے ساتھ تمسک اور کفر بالطاغوت اعلیٰ ترین مرتبہ اسلام کی چوٹی یعنی ان کے خلاف اور ان کے حامیوں اور پیروکاروں کے خلاف جہاد کرنا اور اس کو مٹانے کی کوشش کرنا اور لوگوں کو اس کی عبادت سے نکال کر اللہ سبحانہ وحدہ کی عبادت کی طرف لے جانا ہے ایسے ہی حق کا اعلان و پرچار کرنا بھی جو کہ انبیاء کی سنت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ملت کی اقتداء کا حکم دیتے ہوئے واضح طور پر فرمایا کہ:

قَدۡ كَانَتۡ لَكُمۡ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ فِيۡٓ اِبۡرَاهِيۡمَ وَ الَّذِيۡنَ مَعَهٗ اِذۡ قَالُوۡا لِقَوۡمِهِمۡ اِنَّا بُـرَءٰٓؤُا مِنۡكُمۡ وَ مِمَّا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ كَفَرۡنَا بِكُمۡ وَ بَدَا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ

الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ. (ممتحنة:٤)

تمہارے لئے ابراہیم اوران کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا ہم تم سے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں سے بری ہیں ہم تمہارا کفر کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت وبغض ظاہر ہے تا آنکہ تم اکیلے اللہ پر ایمان لے آؤ۔

بعض مفسرین ان کے ساتھیوں سے انبیاء مراد لیتے ہیں اوراس نکتے پرغور کریں کہ اللہ نے بغض سے پہلے عداوت کا ذکر کیا کیونکہ یہ بغض سے زیادہ اہم ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان طاغوتوں سے بغض تو رکھے عداوت نہ رکھے اس طرح وہ اس واجب کوادا نہ کرسکے گا الاّ یہ کہ بغض وعداوت دونوں رکھے۔اس پر بھی غور کریں کہ اللہ نے ان کے معبودوں سے براءت سے پہلے خودان سے براءت کا ذکر کیا کیونکہ پہلا دوسرے سے اہم ہے کیونکہ اکثر لوگ بتوں اور طاغوتوں اورقوانین ودستوروں اور ادیان باطلہ سے تو براءت کر لیتے ہیں لیکن ان کے بندوں اور حامیوں اورگروپوں سے براءت نہیں کرتے لہٰذا وہ واجب ادانہیں کررہے الاّ یہ کہ ان کے معبودوں اورطاغوتوں سے براءت کا تقاضا ہے۔

(ماخوذاز:سبيل النجاة الفكاك من موالاة المرتدين واهل الاشراك از حمد بن عتيق نیز ملاحظہ ہوہمارارسالہ ملت ابراہیم)

یہ تو تھا سب سے بڑادرجہ اورسب سے کمتر درجہ جس کے بغیر نجات کا تصورنہیں وہ طاغوت سے الگ رہنا اس کی عبادت نہ کرنا یااس کے شرک وباطل پراس کی اتباع نہ کرنا ہے فرمایا:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ.

(نحل:٣٦)

اور یقیناً ہم نے ہرامت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اورطاغوت سے اجتناب کرو۔

نیز فرمایا:

فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ. (حج:۳۰)

اور بتوں کی گندگی سے دور رہو۔

اور ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر کیا، فرمایا:

وَّ اجۡنُبۡنِیۡ وَبَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ. (ابراھیم:۳۵)

اور مجھے اور میری اولاد کو بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

اب جو دنیا میں طاغوت اس کی عبادت واطاعت سے اجتناب نہ کر سکے وہ آخرت میں نقصان اٹھائے گا اور اس کے دیگر اوقات جو دین میں گزرے ہوں گے وہ بھی اس عمل میں کوتاہی کی بناء پر فائدہ نہ پہنچا سکیں گے وہ نادم ہوگا جبکہ ندامت کام نہ آئے گی پھر وہ تمنا کرتا رہ جائے گا کہ کاش دنیا کی طرف لوٹ جائے تا کہ اس رکن عظیم کو ادا کرے اور عروہ وثقیٰ کو مضبوط تھام لے اور اس عظیم ملت کی اتباع کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِذۡ تَبَرَّاَ الَّذِیۡنَ اتُّبِعُوۡا مِنَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡا وَ رَاَوُا الۡعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتۡ بِهِمُ الۡاَسۡبَاب، وَ قَالَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡا لَوۡ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنۡهُمۡ كَمَا تَبَرَّءُوۡا مِنَّا كَذٰلِكَ یُرِیۡهِمُ اللّٰهُ اَعۡمَالَهُمۡ حَسَرٰتٍ عَلَیۡهِمۡ وَ مَا هُمۡ بِخٰرِجِیۡنَ مِنَ النَّارِ. (بقرہ:۱۶۷)

جب وہ جس کی اتباع کی گئی اتباع کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور وہ عذاب دیکھ چکے ہوں گے اور ان کے آپسی اسباب کٹ گئے ہوں گے اور پیروی کرنے والے کہہ رہے ہوں گے کاش ہمارے لئے لوٹنا ہو پس ہم ان سے اسی طرح بیزاری کریں جس طرح وہ ہم سے بیزاری کر رہے ہیں ایسے ہی اللہ انہیں ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ آگ سے نہ نکل سکیں گے۔

لیکن ہائے پچھتاوا گھڑیاں بیت گئیں اب کیسا لوٹنا اللہ کے بندے اگر تو نجات چاہتا ہے اپنے رب کی رحمت چاہتا ہے جو اس نے متقین کے لئے لکھی ہے تو طاغوت سے اجتناب کر ان کے شرک سے بچ ابھی پھر قیامت کے دن ان سے وہی بچ سکے گا جو دنیا میں ان سے بچتا رہا اور جو ان کے باطل دین سے راضی ہو کر اس پر چلتا رہا قیامت کی گھڑیوں میں اسے آواز دینے والا کہے گا: ''جو جس کی عبادت کرتا تھا اس کی کے پیچھے چلے سورج کا پجاری سورج کے پیچھے، چاند کا پجاری چاند کے پیچھے اور طاغوت کا پجاری طاغوت کے پیچھے چلے گا............(مومنوں سے کیا جائے گا) تمہیں کس نے روکا لوگ تو جا چکے ہیں وہ کہیں گے ہم ان سے الگ رہے جبکہ آج ہم ان کے زیادہ محتاج ہیں اور ہم نے ایک آواز دینے والے کو یہ کہتے سنا کہ ہر قوم اپنے معبود کے پیچھے رہے اور ہم اپنے رب کے منتظر ہیں'' (متفق علیہ) ۔(مومنین کا دیدار الٰہی سے متعلق حدیث کا ایک حصہ ہے) یعنی دنیا میں ہم ان سے الگ رہے جبکہ ہم ان کے درہم ودینار اور دنیاوی معاملات کے محتاج تھے تو اس جگہ ہم ان سے الگ کیوں نہ ہوں اس میں ہی راستے کے بعض نشانات ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُحشُرُوا الَّذِینَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَھُمْ وَ مَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ.(الصافات:۲۲)

ظالموں اور ان کی ازواج اور ان کے معبودوں کو یکجا کردو۔

ان کی ازواج سے ان جیسے ان کے حامی مراد ہیں۔اس کے بعد فرمایا:

فَاِنَّھُمْ یَوْمَئِذٍ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِکُوْنَ، اِنَّا کَذٰلِکَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ، اِنَّھُمْ کَانُوْآ اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ.(صافات:۳۳-۳۵)

وہ سب اس دن عذاب میں مشترک ہوں گے ہم مجرموں کو ایسے ہی سزا دیتے ہیں ان سے جب کہا جاتا کہ لا الٰہ الا اللہ تو وہ تکبر کرتے تھے۔

اللہ کے بندے کلمہ توحید اور اس کے تقاضوں سے اعراض اور ان میں افراط وتفریط اور اتباع حق سے تکبر اور طاغوت کی نصرت وتائید کر کے ہلاکت کا لقمہ بننے سے بچ جا اور یقین کر لے کہ اللہ تعالیٰ نے اس

توحید کو ہی اصل دین قرار دیا ہے اور اپنے موحد بندوں کے لئے اسے چن لیا ہے جو توحید کے ساتھ آئے گا اسے قبول کیا جائے گا اور جو توحید کے بغیر کوئی اور دین لائے گا اسے اس کے منہ پر مار دیا جائے گا اور وہ نقصان میں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ وَصّٰی بِهَآ اِبْرٰهِیْمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. (بقرہ:۱۳۲)

اور ابرہیم نے اس (کلمہ توحید) کا اپنی اولاد کو تاکیدی حکم دیا اور یعقوب نے اے میری اولاد یقیناً اللہ نے تمہارے لئے ایک دین منتخب کیا ہے سو تم نہ مرنا مگر مسلمان ہو کر۔

نیز فرمایا:

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ. (آل عمران:۸۵)

اور جو اسلام کے سوا دین چاہے گا وہ اس سے کبھی قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

لفظ دین کا اطلاق فقط نصرانیت و یہودیت وغیرہ پر مت کرو کہ ان کے علاوہ ادیان پر چلنے لگو کیونکہ لفظ دین یہ اس دین و نظام حکومت ومنہج وقانون کو شامل ہے جس پر لوگ چلتے ہیں اسے طرز زندگی (دین) بناتے ہیں ان تمام ادیان سے اور ان کے پیروکاروں سے اجتناب و براءت اور ان کا کفر فرض ہے سوائے ملت توحید دین اسلام کے اللہ تعالیٰ پس حکم دیتا ہے کہ ہم کفار سے ان کے ادیان کے اختلاف کے باوجود یہ کہیں کہ:

قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ، وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ، وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ، وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُد، لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ

دِیۡنِ. (کافرون:۱-۶)

کہہ دیجئے اے کافروں جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا اور ان جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا اور میں اس کی عبادت نہیں کرنے والا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین۔

لہٰذا ادیان کفر میں سے ہر ایک ایسے نظام و منہج پر مشتمل ہوتا ہے جو اسلام کے خلاف اور اس کی ضد ہے وہ اپنے اس دین سے راضی ہیں اس میں کمیونزم سوشل ازم سیکولر ازم اور مشنریز وغیرہ نئے نظام واصول سب شامل ہیں جنہیں لوگ اپنے پراگندہ خیالات سے تشکیل دیتے ہیں اور پھر بطور دین انہیں اختیار کر لیتے ہیں جمہوریت بھی اس میں شامل ہے کیونکہ یہ بھی اللہ کے دین کے سوا ایک دین ہے اس نئے دین میں جس کے فتنے میں اکثر لوگ بلکہ اکثر مسلمان مبتلا ہیں کی گمراہی واضح کرنے کے لئے چند بنیادی باتیں پیش خدمت ہیں تا کہ آپ یقین کر لیں کہ جمہوریت ملت توحید سے الگ ایک مستقل دین اور صراط مستقیم سے الگ ایک مستقل راستہ ہے جس کے دروازے پر بیٹھا شیطان جہنم کی طرف داعی ہے اور پھر آپ اس سے اجتناب کر سکیں اور اس سے اجتناب کی دعوت دے سکیں اور مومنوں کی یاددہانی ،غافلوں کی بیداری ،ضدی سرکشوں پر اقامت حجت اور رب العالمین کے ہاں عذر خواہی کی خاطر......

(فصل) جمہوریت نیا کفری دین ہے

جمہوریت نیا کفری دین ہے اور قانون سازی جمہوری رب اور ان کے پیروکاران کے پجاری ہیں سب سے پہلے تو یہ سمجھ لیں کہ لفظ ڈیموکریٹ (ہمارے معاشرے میں ڈیموکریسی عمل کے لئے جمہوریت کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جو کہ ڈیموکریسی کا اصطلاحی شرعی میں غلط ترجمہ ہے اور اصطلاح لغت کے اعتبار سے ڈیموکریسی کا اردو ترجمہ عوامیت زیادہ صحیح ہوگا نیز اگر اس کا صحیح ترجمہ جمہوریت بھی فرض کرلیں تب بھی جمہور مطلق حجت نہیں) یونانی ہے نہ کہ عربی اور یہ دو لفظوں ڈیمو یعنی عوام اور کریٹ یعنی حکومت یا قانون یا قانون سازی سے مل کر بنا ہے یعنی لفظ ڈیموکریٹ کا مطلب ہوا کہ عوامی حکومت یا عوامی قانون سازی۔ اور اہل جمہوریت کے ہاں جمہوریت کے یہی بڑی خاصیات ہیں اور اسی لئے وہ ہر وقت اس کی مداح سرائی کرتے ہیں جبکہ اے میرے موحد بھائی اس وقت کفر وشرک اور باطل کی یہی سب سے بڑی خصوصیات ہیں جو دین اسلام اور ملت توحید سے مکمل طور پر متضاد اور معارض ہیں کیونکہ آپ جان چکے ہیں کہ اصل الاصول اور اسلام کا سب سے مضبوط کڑا جس کی خاطر بنی نوع آدم کو پیدا کیا گیا اور کتابوں اور رسولوں کا سلسلہ شروع کیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی توحید عبادت اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے اجتناب ہے جبکہ قانون سازی میں کسی کی اتباع کرنا عبادت ہے جو کہ اکیلے اللہ کا حق ہے اور یہ حق غیر اللہ کو دینے والا مشرک ہے۔

ڈیموکریسی میں یہ خاصیت مکمل طور پر ہو کہ فیصلہ اکثریت یا عوامی اکثریت کے مطابق ہو جیسا کہ بے دین یا دیندار جمہوریت پسندوں کی اکثریت کو جمہوریت کہا جاتا ہے یا پھر عصر حاضر کے طریق پر یہ خاصیت ہو کہ فیصلہ حکام کے ایک مخصوص طبقے یا ان کی مقرب پارٹی جس سے ان کے خاندانی مراسم ہوں یا بڑے بڑے تاجروں زمینداروں اور جاگیرداروں اور اثر ورسوخ رکھنے والوں کا ہو کہ زیادہ تر اموال اور ذرائع ابلاغ ان کے قبضے میں ہوتے ہیں اور ان کے ذریعے وہ جسے چاہتے ہیں پارلیمنٹ

(جمہوریت کے قلعے) میں پہنچا دیتے ہیں جیسا کہ ان کے آقا اور رب (بادشاہ یا صدر) جب چاہیں اسمبلی تحلیل کر دیں یا اسے مضبوط کر دیں۔ ہر دو صورتوں میں ڈیموکریسی اللہ کے ساتھ کفر و شرک اور دین توحید و انبیاء کی صریح مخالفت ہے اس کے چند اسباب ہیں درج ذیل ہیں:

① یہ یا تو اکثریت کی قانون سازی ہے یا طاغوت کی نہ کہ اللہ کی جبکہ اللہ نے اپنے نبی کو اپنے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا اور امت کی خواہش یا امت کی اکثریت یا کسی ایک پارٹی کی اتباع سے روکا اور آپ کو خبر دار کیا کہ اللہ کے نازل کردہ کسی قانون کے متعلق وہ آپ کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔ لہٰذا فرمایا:

وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ. (مائدہ:۴۹)

اور یہ کہ آپ ان کے مابین اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات پر نہ چلیں اور ان سے بچ کر رہیں کہ وہ آپ کو اللہ کے آپ کی طرف نازل کردہ کے بعض کے متعلق فتنے میں ڈال دیں۔

یہ توحید و اسلام کے متعلق ہے جبکہ ڈیموکریسی اور دین شرک کے متعلق جمہوری کہتا ہے کہ: اور یہ کہ تو ان کے مابین پارٹی کی رضا کے مطابق فیصلہ کر اور ان کی خواہشات پر چل اور بچ کر رہ کہ تو ان کے ارادوں اور خواہشوں اور قانون کے متعلق فتنے میں ڈال دیا جائے۔ جمہوری تو ایسی ہی باتیں کرتے ہیں اور جمہوریت بھی ایسے فیصلے کرتی ہے جبکہ یہ کفر بواح اور شرک صریح ہے اگرچہ وہ اسے جائز سمجھیں اور حقیقت اب بھی اس سے زیادہ بھیانک ہے وہ یہ کہ کہنے والا کہتا ہے کہ ان کے مابین طاغوت اور اس کی جماعت کی خواہش کے مطابق فیصلہ کرتا جا اور کوئی قانون اس کی تصدیق واجازت کے بغیر نہ بنایا جائے۔ یقیناً یہ بڑی واضح گمراہی ہے اور معبود حقیقی کے ساتھ شرک ہے۔

② یہ یا تو اکثریت کا فیصلہ ہوتا ہے یا طاغوت کا اور دستور کے مطابق نہ کہ اللہ کے قانون کے

مطابق جیسا کہ ان کی دستور کی کتابوں میں لکھا ہے جنہیں وہ قرآن سے مقدس خیال کرتے ہیں اور اس کے فیصلے کو قرآنی فیصلوں پر مقدم اور نگراں قرار دیتے ہیں (کویتی دستور کے آرٹیکل 6 میں لکھا ہے: عوام تمام قوانین کا سرچشمہ ہے۔ اور آرٹیکل 51 میں ہے کہ: قانون ساز پارلیمنٹ جس کا سربراہ صدر اور قومی اسمبلی ہوتی ہے وہ دستور کے مطابق ہے۔ اور اردنی دستور کے آرٹیکل 24 میں لکھا ہے کہ عوام قوانین کا سرچشمہ ہے۔ امت اپنے فیصلوں کا اس دستور کے مطابق پورا حق رکھتی ہے) تو دین جمہوریت میں عملی طور پر اکثریت کے فیصلے کو بھی اس وقت قبول کیا جاتا ہے جب وہ دستور اور قانون کی دفعات کے مطابق ہو کیونکہ وہ بنیادی قانون ہے اور اس کی کتاب ان کے قرآن سے بھی مقدس ہے ایسے ہی دین جمہوریت میں قرآنی آیات واحادیث نبویہ کا اعتبار بھی نہیں کیا جاتا نہ ہی ان کے مطابق قانون بنایا جاتا ہے الاّ یہ کہ وہ آیات واحادیث ان کی دستور کی مقدس کتاب کے موافق ہوں۔ اگر آپ کو یقین نہیں تو جا کر کسی قانون دان سے پوچھ لیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلاً. (نساء:٥٩)

پس اگر تم کسی شئے میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی اچھا ہے۔

جبکہ دین جمہوریت فرماتا ہے کہ اگر تم کسی بات میں اختلاف کرو تو اسے عوام اور قومی اسمبلی اور اس کے سربراہ کی طرف لوٹا دو یہ دستور وضعی اور قانون ارضی کے موافق ہے۔ (افسوس تم پر اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں پر کیا تم عقل نہیں کرتے) (ابرہیم علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم اور ان کے معبودوں کے پول کھولنے کے بعد کہی تھی) اس بناء اگر اکثریت دین جمہوریت یا اس کی شرکیہ قانون ساز اسمبلیوں کے ذریعے اللہ کی شریعت (قانون) کی حکمرانی چاہے تو اس کے لئے یہ ممکن نہیں اگر چہ طاغوت بھی اس کی اجازت دے دے الاّ یہ کہ ان کا دستور اور اس کی دفعات وشقیں اس کی اجازت دیتی ہوں کیونکہ یہی

جمہوریت کی مقدس کتاب ہے یا اسے جمہوریت کی ان کی خواہشات وشہوات کے مطابق تحریف شدہ تورات وانجیل کہہ لیں۔

(۳) جمہوریت لادینیت یا سیکولرازم کی ناجائز اور غیر قانونی باندی ہے کیونکہ سیکولرازم ایسا کفری مذہب ہے جو زندگی اور ریاست وحکومت سے دین کو نکال باہر کرتا ہے اور جمہوریت عوام یا طاغوت کے فیصلے کو کہتے ہیں اور یہ کسی بھی حال میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ اللہ کے قانون محکم کا بالکل اعتبار نہیں کرتی الّا یہ کہ اللہ کا وہ قانون پہلے دستور کے مطابق ہوجائے یا پھر عوامی خواہشات کے اوران سب سے پہلے وہ طاغوت یا سربراہ طبقے کی ترجیحات واغراض کے عین مطابق ہوجائے یہی وجہ ہے کہ اگر ساری عوام طاغوت یا ارباب جمہوریت سے کہے کہ ہم اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق حکومت یا فیصلہ چاہتے ہیں اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ عوام یا عوامی نمائندوں یا عوامی حکمرانوں کے پاس قانون سازی کا اختیار ہو اور ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو مرتد، زانی، چور اور شراب خور پر جاری کیا جائے اور عورت کے لئے عفت وحجاب کی پابندی لگائی جائے اور ہر طرح کی بے حیائیوں پر مکمل پابندی عائد ہو تو ان کا جواب فوری طور پر یہی ہوگا کہ یہ دین جمہوریت اور دین حریت کے منافی ہے کیونکہ یہ جمہوری حریت ہی تو ہے اور اللہ کے دین اور قانون اور اس کی حدود کی تمام حد بندیوں سے مکمل آزاد کردیتی ہے جبکہ زمینی دستور کا قانون اور وضعی قانون کی حدود ان کی گندی جمہوریت میں مکمل محفوظ و مامون اور معمول بھی ہیں بلکہ جو ان کی خلاف ورزی یا مخالفت کرے اس کے لئے سزا ضروری ہے۔

لہٰذا اے میرے موحد بھائیوں جمہوریت اللہ کے دین کے مدمقابل ایک مستقل دین ہے جس میں طاغوت کی حکمرانی ہے نہ کہ اللہ کی جو کہ بودے معبودان متفرقہ کی شریعت ہے نہ اللہ واحد قہار کی اور مخلوق میں سے جو بھی اسے اختیار کرے یا اس کی موافقت کرے تو درحقیقت وہ دستور کی دفعات کے مطابق اپنے لئے اللہ واحد قہار کے قانون کے مدمقابل قانون سازی کا حق قبول کر رہا ہے اب وہ اسے قبول کرنے کے بعد قانون سازی میں شریک ہو یا نہ ہو اور ان شرکیہ انتخابات میں جیت یا ہار جائے اس کا

دین جمہوریت کے مطابق ان میں حصہ لینا یا حصہ لینے والوں کی موافقت کرنا اور اپنے لئے قانون سازی کو قبول کرنا اور اپنے بنائے ہوئے قانون کو اللہ کی کتاب و قانون پر مقدم کئے جانے کو قبول کر لینا ہی عین کفر ہے واضح گمراہی ہے بلکہ معبود حقیقی سے ٹکر لے کر اس کے ساتھ شرک کرنا ہے لہٰذا عوام کا اپنے لئے عوامی نمائندے مقرر کرنا ایسا ہی جیسے ہر قبیلے اور جماعت نے ان میں سے اپنا ایک رب مقرر کر لیا تا کہ وہ ان کی خواہشات و آراء کے مطابق ان کے لئے قوانین بنائے لیکن جیسا کہ دستور کی دفعات اور شقوں اور حدود وغیرہ کے ذریعے یہ بات طے شدہ ہے کہ ان میں سے بعض تو اپنے قانون ساز معبود کو کمیونسٹ آئیڈیالوجی فکر کے تحت اختیارات (ووٹ) دیتے ہیں پھر یا تو وہ موافق پارٹی کا رب بن جاتا ہے یا دوسروں کے لئے مخالف پارٹی کا اور بعض اپنی قبائلی عصبیت میں اسے یہ اختیار دیتے ہیں تو وہ فلاں علاقائی پارٹی کا معبود بن جاتا ہے یا دوسروں کے لئے مخالف پارٹی کا رب و معبود اور کچھ لوگ اسے اپنے گمان میں سلفی معبود ہونے کی بناء پر ووٹ دیتے ہیں جبکہ دوسرے اسے اخوانیوں کا رب قرار دیتے ہیں (جیسا کہ کویت اور اکثر اسلامی ملکوں میں ہے) یا کچھ داڑھی والا رب یا کچھ دیگر داڑھی منڈا رب قرار دیتے ہیں۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. (شوریٰ:۲۱)

کیا ان کے شرکاء ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین سے وہ کچھ قانون قرار دیا جس کی اللہ نے اجازت نہ دی اور اگر کلمہ فصل نہ ہوتا تو ان کے مابین فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک ظالموں کے دردناک عذاب ہے۔

تو یہ نمائندے درحقیقت اپنے اپنے بت کدوں (پارلیمنٹ) میں معبود جھوٹے معبود ہیں جو کہ دین جمہوریت اور دستور کے قانون کے مطابق قانون سازی کرتے ہیں اور اس سے بھی پہلے وہ اپنے رب اور معبود یعنی بادشاہ یا صدر یا سربراہ کا حکم مانتے ہیں جو ان کے قوانین کا فیصلہ کرتا ہے ان کی تصدیق یا

تردید کرتا ہے۔

میرے موحدین بھائیوں یہ دین جمہوریت نہ کہ دین الٰہی اور دین مشرکین نہ کہ دین انبیاء ومرسلین اور مختلف ارباب ومعبودان کا دین نہ کہ اللہ واحد وقہار کا دین۔

ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ.

(یوسف:۳۹-۴۰)

کیا بہت سے مختلف رب بہتر ہیں یا اکیلا اللہ قہار نہیں تم عبادت کرتے اللہ کے سوا مگر ناموں کی جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھے اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔

ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ. (نمل:۶۳)

کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ اللہ ان کے شریکوں سے بہت بلند ہے

سو آپ اے موحد بھائی اللہ کا دین اس کا پاک قانون اس کا روشن چراغ اور اس کی سیدھی راہ اختیار کرلیں یا پھر دین جمہوریت اور دین شرک وکفر اور ٹیڑھی مسدود راہ یا تو اللہ اکیلے قہار کا حکم مان لیں یا طاغوت کا؟

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. (بقرہ:۲۵۶)

تحقیق ہدایت گمراہی سے واضح ہے تو جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان رکھے اسی نے مضبوط کڑے کو پکڑ رکھا ہے جو ٹوٹتا نہیں۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا. (کہف:۲۹)

اور کہہ دیجئے حق تمہارے رب کی طرف سے ہی ہے اب جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کردے یقیناً ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْن، قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ، وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلاَمِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. (آل عمران:۸۳-۸۵)

کیا پھر اللہ کے دین کے سوا وہ متلاشی ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمین والے طوعاً وکرھاً اسی کے فرمانبردار ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جائیں گے کہہ دیجئے ہم اللہ پر اور جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب اوران کی اولادوں پر اتارا گیا اور جو موسیٰ وعیسیٰ اور انبیاء اپنے رب کی جانب سے دیئے گئے اس پر ایمان لائے ہم ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں اور جو اسلام کے سوا دین چاہے تو اسے اس سے کبھی قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہوگا۔

(فصل) دین جمہوریت کے جواز میں
پیش کے جانے والے چند شبہات کا ردّ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ، رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ.

(آل عمران:۷-۸)

وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری اس کی بعض آیات محکم ہیں جو اصل کتاب ہیں اور دیگر آیات متشابہ ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہو وہ اس کے مشابہات کی ٹوہ میں رہتے ہیں فتنے کھڑا کرنے اور اس کی حقیقت کو جاننے کی خاطر حالانکہ اس کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور راسخ فی العلم کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں سب ہمارے رب کی جانب سے ہے اور عقلمند ہی نصیحت لیتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو ہمیں ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر اور اپنی جانب سے ہمیں رحمت دے یقیناً تو بہت دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں یہ بتایا کہ اس کے قانون کے متعلق دو طرح کے لوگ ہیں:

① **اہل علم ورسوخ:** وہ سب پر ایمان وعمل رکھتے ہیں عام پر اس کے مخصص پر اس کے مقید اور مجمل پر اس کے مبیّن کے ساتھ اور جو انہیں مشکل لگے اسے کتاب اللہ کے محکمات بیّنات اصولوں اور

راسیات وراسخات قواعد کی طرف لوٹا دیتے ہیں جن کی معاونت شرعی دلائل کرتے ہیں۔

② **اہل زیغ وضلال:** وہ کتاب اللہ کے محکم ومبیّن ومفسر سے اعراض برت کر اس کے مشابہات کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں اور فتنہ بپا کرنے کی خاطر فقط اسی پر عمل کر کے خوش رہتے ہیں ۔ یہاں جمہوریت اور شرکیہ نمائندہ نشستوں سے متعلق ایک بات سمجھ لیں کہ لوگ اہل زیغ وضلال کی راہ پر چلتے ہیں اور واقعات وشبہات کو منفرد طور پر لیتے ہیں اور انہیں ان کی وضاحت یا تقیید وتفسیر کرنے والے قواعد واصول دین سے مربوط نہیں کرتے تا کہ آسانی سے حق کو باطل اور نور کو اندھیرے کے ساتھ خلط ملط کر دیں لہٰذا اس بارے میں ہم پہلے ان کے مشہور شبہات ذکر کر کے ((**اللہ مَلِک وھاب مجری السحاب وھازم الاحزاب وحدہ**)) کی توفیق سے ان کی تحقیق وتردید کر دیں۔

پہلا شبہہ: یوسف علیہ السلام کا عزیز مصر کے ہاں عامل ہونا۔

یہ شبہہ وہ لوگ پیش کرتے ہیں جو دلائل سے کورے ہوں لہٰذا کہتے ہیں کہ کیا یوسف علیہ السلام کافر بادشاہ کے پاس منصب وزارت پر فائز نہ تھے جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت وفیصلہ نہیں کرتا تھا؟ لہٰذا کافر حکومتوں کے ساتھ شرکت کرنا بلکہ پارلیمنٹ اور قومی اسمبلی میں داخل ہونا جائز ہے۔

ہم اللہ کی توفیق سے جواب دیتے ہیں:

اوّل: قانون ساز پارلیمنٹ میں دخول اور اس کے جواز پر اس سے دلیل لینا باطل وفاسد ہے کیونکہ یہ شرکیہ پارلیمنٹ اللہ کے دین کے علاوہ دین جمہوریت پر قائم ہے جس میں قانون سازی اور تحریم وتحلیل کا الوہی اختیار عوام کو ہوتا ہے نہ کہ اکیلے اللہ کو جبکہ اللہ نے فرمایا:

وَ مَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ ۚ وَ ہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ۔(آل عمران:۸۵)

اور جو اسلام کے علاوہ دین چاہے گا تو وہ اس سے کبھی بھی قبول نہ کیا جائے گا اور وہ

آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

سو کیا کوئی جراءت کرے گا کہ یوسف علیہ السلام اللہ کے دین کے علاوہ دین یا اپنے آباء کی ملت کے علاوہ ملت کے پیرو تھے یا اس کا احترام کرتے تھے یا اس کے موافق قانون سازی کرتے تھے جیسا آج کل ان پارلیمنٹوں کے فتنوں میں مبتلا لوگوں کا حال ہے؟ (کہ جس کے دستور میں صاف لکھا ہے کہ عوام ہی قوانین کا سرچشمہ ہے۔ ملاحظہ ہو کویتی دستور کا آرٹیکل 6 اور اردنی دستور کا آرٹیکل 25) ایسا کیونکر ممکن ہے جبکہ وہ برملا کہتے تھے کہ:

اِنِّیۡ تَرَکۡتُ مِلَّةَ قَوۡمٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ هُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ کٰفِرُوۡنَ، وَاتَّبَعۡتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ مَا کَانَ لَنَاۤ اَنۡ نُّشۡرِکَ بِاللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ. (یوسف:۳۷-۳۸)

میں نے اس قوم کے دین کو چھوڑ دیا جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتی اور وہ آخرت کا انکار کرتی ہے اور میں اپنے آباء ابراہیم واسحاق ویعقوب کے دین پر چلتا ہوں ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کچھ بھی شرک کریں۔

نیز فرماتے ہیں کہ:

یٰصَاحِبَیِ السِّجۡنِ ءَ اَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَیۡرٌ اَمِ اللّٰہُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ، مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّیۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ. (یوسف:۳۹-۴۰)

اے میرے قید کے ساتھیوں کیا بہت سے الگ رب بہتر ہیں یا ایک اللہ قہار تم اس کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر ناموں کی جو تم نے اور تمہارے باپوں نے رکھ لئے اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری فیصلہ کرنا جائز نہیں مگر اللہ کے لئے اسی نے حکم دیا کہ

تم عبادت نہ کرو مگر اس کی یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

کیا کمزوری کی اسی حالت میں وہ اس کا پرچار کریں اور شوکت کے زمانے میں اس کو چھپالیں یا اس سے اعراض برتیں گے؟ جائز کہنے والو ہمیں جواب دو! اور پھر سیاست کے شہبازوں کیا تم یہ بھی نہیں جانتے کہ وزارت تنفیذی اختیار کو کہتے ہیں جبکہ پارلیمنٹ قانون سازی کے اختیار کو اور ان دونوں میں بہت فرق ہے لہٰذا جائز قرار دینے والوں کا اسی پر قیاس کرنا ہرگز درست نہیں (بعض نام نہاد ملا کہتے ہیں کہ وزارت پارلیمنٹ سے زیادہ خطرناک ہے اور کہتے ہیں پارلیمنٹ حکومت کے خلاف محاذ ہے وہ اس محاذ میں دستوری جہاد کرتے ہیں اور قانونی اور ڈپلومیٹک جدو جہد کرتے ہیں۔ وہ اس بات سے بے بصیرت ہیں کہ قانون سازی اس کے نفاذ سے زیادہ خطرناک ہے خاص طور پر ان کی یہ پارلیمانی قانون سازی جسے وہ جہاد اور جدو جہد کہتے ہیں جمہوری دین کے دستور کے موافق و مطابق ہو ملاحظہ ہو اردنی دستور کی دفعہ 24 کی شق نمبر 2 کہ دستور میں واضح طور پر عوام کو قانون سازی کے اختیارات ہیں............اور ارکان پارلیمنٹ ان کے زعم کے مطابق دستوری اختیارات کے حامل عوامی نمائندے ہی ہوتے ہیں ۔نیز کویتی غیر شرعی دستور کا آرٹیکل 51 ملاحظہ ہو کہ: دستور کے مطابق قانون سازی کا اختیار صدر یا قومی اسمبلی کے پاس ہوتا ہے) اس سے واضح ہوا کہ یوسف علیہ السلام کے واقعے سے پارلیمنٹ کے جواز پر دلیل لینا ہرگز درست نہیں ایسے ہی ہمارے زمانے میں وزارتی عہدوں میں شراکت پر اس واقعے سے ان کے دلیل لینے کو کفر قرار دینے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

دوم: اللہ کے دین سے متحارب اور اعداء اسلام کی حامی مملکتوں کے ماتحت وزارتوں کے فتنے میں مبتلا لوگوں سے دوستی کو یوسف علیہ السلام کے اس فعل پر قیاس کرنا بہت سی وجوہات کی بناء پر فاسد اور باطل ہے:

① وزیر بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان حکومتوں کے ماتحت رہے جو اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرتی ہیں اور ان کے وضعی دستور کا احترام کرے اور طاغوت کو اخلاص و ہمدردی کے ساتھ

دین بنائے جبکہ اللہ نے سب سے پہلے جس چیز کے ساتھ کفر کرنے کا حکم دیا ہے وہ طاغوت ہے فرمایا:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ.

(نساء: ٦٠)

وہ چاہتے ہیں کہ طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جائیں جبکہ انہیں حکم کیا گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کفر کریں۔

بلکہ اس منصب پر باقاعدہ فائز ہونے سے قبل ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کفر کا حلفیہ اقرار کریں جیسا ہر پارلیمانی رکن کے لئے ضروری ہے (اردنی دستور کے آرٹیکل 43 میں لکھا ہے کہ: وزیر اعظم و دیگر وزراء کے لئے ضروری ہے کہ چارج سنبھالنے سے قبل صدر کے سامنے مندرجہ الفاظ میں حلف اٹھائیں کہ میں اللہ عظیم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ صدر کا وفادار رہوں گا اور دستور کی حفاظت کروں گا...... ایسے ہی آرٹیکل 79 میں ہے کہ اسمبلی اور پارلیمنٹ کے ہر رکن کے لئے چارج سنبھالنے سے قبل ضروری ہے کہ وہ صدر کے سامنے ان الفاظ میں حلف اٹھائے کہ میں اللہ عظیم کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ صدر کا وفادار رہوں گا اور دستور کی حفاظت کروں گا......کویتی دستور کے آرٹیکل 126 اور 91 میں بھی اسی طرح ہے۔ سوال یہ ہے کیا یوسف علیہ السلام نے ایسا کچھ بھی کیا تھا؟ اور فتنوں میں گرفتار ان لوگوں کی اس بات کا اعتبار نہیں جو کہتے ہیں کہ حلف اٹھاتے وقت ہم اپنے دل میں یہ مستثنیٰ کر لیتے ہیں کہ شرع کی حدود میں رہتے ہوئے کیونکہ قسم کا اعتبار قسم اٹھانے والے کی نیت پر نہیں ہوتا کیونکہ اگر ایسا ہو تو لوگوں کے سارے ہی معاملات بگاڑ کا شکار ہو جائیں اور یہ عمل ایک کھیل بن جائے بلکہ قسم اٹھوانے والے کی نیت کے مطابق ہوتا ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''قسم حلف اٹھوانے والے کی نیت کے مطابق ہوگی'' لہٰذا ان کی قسمیں ان کی نیتوں کی تابع نہیں بلکہ اس طاغوت کی نیت کے مطابق ہوتی ہیں جو ان سے قسم اٹھواتا ہے) اب جو یوسف کریم ابن کریم کے متعلق اس طرح کی بدگمانی رکھے جبکہ اللہ نے انہیں اس سے بری قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ:

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ.

(یوسف:٢٤)

ایسے ہی تا کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائیوں کو پھیر دیں بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں سے ہے۔

تو بلا شبہ مخلوق میں سب سے بڑا کافر اور غلیظ شخص ہوا جس کا دین سے دور سے بھی واسطہ نہیں بلکہ وہ ابلیس ملعون سے بھی بدتر ہوا کیونکہ اس نے بھی قسم کھاتے وقت چند لوگوں کو مستثنیٰ کیا:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ، اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ.

(ص:٨٢-٨٣)

پس تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے ان میں تیرے مخلص بندوں کے۔

اور اللہ کے فرمان کے مطابق یوسف علیہ السلام ان مخلص بندوں کے سرداروں میں سے ہیں۔

(٢) ان حکومتوں کے ماتحت وزیر بننے والا دستور کے مطابق حلف اٹھائے یا نہ اٹھائے اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وضعی اور کفری قانون کا پابند رہے نہ اس سے تجاوز کرے نہ اس کی خلاف ورزی کرے لہٰذا وہ اس دستور کا مخلص بندہ اور خادم ہوا اور ان لوگوں کا تابعدار جنہوں نے اسے بنایا خواہ وہ حق ہو یا باطل فسق وظلم ہو یا کفر......۔

تو کیا یوسف علیہ السلام نے ایسا کچھ کیا کہ ان کے فعل کو کفری مناصب کے جواز کی دلیل بنایا جائے؟ یقیناً جو بھی اللہ کے نبی ابن نبی ابن نبی ابن خلیل اللہ کے متعلق اس طرح کی معمولی سی بدگمانی بھی کرے ہم اس کے کفر وزندقہ اور اسلام سے خروج میں قطعاً شک نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ نے فرمادیا کہ:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ.

(نحل:٣٦)

اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

جبکہ یوسف علیہ السلام کے لئے اس کائنات میں اللہ کا بیان کردہ یہ اصول ہی سب سے بڑا اصول اور سب سے بڑی مصلحت تھی جیسا کہ دیگر انبیاء ورسل علیہم السلام کے لئے ہے۔کیا یوسف علیہ السلام لوگوں کو مخفی طور پر اور تنگی اور کمزوری اور قوت وقدرت میں اس اصل کی طرف پہلے تو خود دعوت دیں اور پھر خود ہی اس کی مخالت کرکے مشرکین میں سے ہوجائیں کیا عقل اسے مان سکتی ہے؟ یہ کیونکر ممکن ہو جبکہ اللہ نے انہیں اپنے مخلص بندوں میں گردانا ہے علاوہ ازیں بعض مفسرین اللہ کے فرمان:

مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ. (یوسف:۷۶)

وہ بادشاہ کے دین میں ہرگز اپنے بھائی کو نہ لے سکتا تھا۔

کو اس بات کی دلیل بناتے ہیں کہ وہ بادشاہ کے نظام اور قانون کو نہیں مانتے تھے نہ ہی ان کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔تو کیا آج کل کی وزارتوں اور پارلیمنٹوں میں ایسا ممکن ہے کہ کسی وزیر کی عادت ایسی ہو کہ یوں کہا جائے کہ اس نے ریاست کے اندر ریاست بنائی ہوئی ہے؟ لہٰذا ان مناصب کو یوسف علیہ السلام کے فعل پر قیاس کرتے ہوئے جائز کہنا باطل ہے۔

③ یوسف علیہ السلام اس وزارت پر منجانب اللہ، اللہ کی قدرت سے فائز ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ. (یوسف:۵۶)

اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین پر حکومت عطا کی۔

اور یہ تمکن اللہ کی طرف سے ہوا نہ کہ بادشاہ یا کسی اور کی طرف سے کہ وہ ان کو اس منصب سے معزول کرسکے خواہ وہ بادشاہ کی مخالفت کرتے رہیں۔تو کیا آج کل کے ان طاغوتی عہدیداروں کے پاس اس طرح کا کچھ اختیار ہے کہ یوسف علیہ السلام کی تمکین وولایت پر انہیں قیاس کرنا درست ہوسکے؟

④ یوسف علیہ السلام بادشاہ کی طرف سے ملنے والی مکمل اور حقیقی تحفظ کی بناء پر وزیر بنے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ اِنَّکَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ. (یوسف:٥٤)

پھر جب انہوں نے اس سے گفتگو کی تو کہنے لگا کہ بے شک آج آپ ہمارے ہاں محفوظ مہمان ہیں۔

اس طرح انہیں اپنی وزارت میں کامل وغیر ناقص حریت وتصرف کا اختیار حاصل ہوا اسی لئے فرمایا:

وَ كَذٰلِکَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ. (یوسف:٥٦)

اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین پر حکومت عطا کی۔

سو نہ تو ان سے کوئی حساب لے سکتا تھا نہ ہی ان کی نگرانی کرسکتا تھا خواہ وہ کچھ بھی کریں......تو کیا آج کل کی طاغوتی وزارتوں میں اس طرح کا کچھ ہے یا یہ محض جھوٹے اور باطل اختیارات ہیں جو اس وقت ختم ہوجاتے ہیں جب وزیران کے دامن سے کھیلنے لگے یا صدر کی اطاعت سے ہٹ کر ان کی خلاف ورزی کرے اس اعتبار سے یہ وزیر درحقیقت صدر یا بادشاہ کا سیاسی خادم ہوا جو اس کے احکامات کا مکمل پابند ہوتا ہے اور اسے صدر یا دستور کی مخالفت کا بالکل حق حاصل نہیں ہوتا اگرچہ اس میں اللہ سبحانہ اور اس کے دین کی مخالفت ہی ہو۔اب اگر کوئی یہ گمان کرے کہ یوسف علیہ السلام بھی اسی طرح کچھ نہ کچھ پابند ضرور تھے تو بلاشبہ وہ کافر ہے کیونکہ یوسف علیہ السلام کا جو تزکیہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اس کا منکر بن رہا ہے لہٰذا جب آج کل کی طاغوتی وزارتوں میں یوسف علیہ السلام جیسی کیفیت موجود نہیں تو انہیں ان پر قیاس کرنا ہی باطل ہی ہے۔

سوم: اس باطل شبہہ کے ردّ میں بعض مفسرین کا یہ قول بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ بادشاہ اسلام لے آیا تھا جیسا کہ مجاہد تلمیذ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس قول کے مطابق اس مقدمے سے دلیل لینا ہی اصلاً باطل ہوجاتا ہے۔نیز ہمارا طریقہ اور عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کے ظاہر اور عموم کی اتباع مختلف تفسیرات اور رقیق تشکیکات وتاویلات سے بدرجہ اولیٰ ہے کیونکہ بہرطور وہ ادلہ معتبرہ سے عاری ہوتی ہیں اب جس آیت سے یہ قول پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے وہ یہ ہے فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ.(یوسف:٥٦)

اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین پر حکومت عطا کی۔

اس اجمال کی وضاحت اللہ دوسرے مقام پر اس طرح کرتا ہے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ.(حج:٤١)

وہ لوگ جنہیں ہم زمین پر حکومت عطا کریں وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکاۃ دیتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور معاملات کا انجام اللہ کے لئے ہے۔

یہاں اللہ نے یہ تفصیل کردی کہ اہل ایمان حکومت ملنے کے بعد کیا کرتے ہیں اور بلا شبہ یوسف علیہ السلام اہل ایمان کے سردار ہیں اور یہ بات واضح ہے کہ دین اسلام میں سب سے بڑا معروف توحید اور سب سے بڑا منکر شرک ہے جیسا کہ یوسف علیہ السلام اور ان کے آباء واجداد یعقوب، اسحاق، ابراہیم علیہم السلام کی دعوت کا پرچار کیا اور اس کے مخالفین کی بیخ کنی کی لہٰذا یہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت نہ ہوئی نہ ہی ایسے کسی حاکم کی معاونت اور نہ ہی ان سے تعلق استوار کرنا یا ان کی طرف میلان ہوا جیسا کہ آج کل کے مفتون وزراء کا طرز عمل ہے بلکہ بالیقین انہوں نے اس صورت حال کو تبدیل کیا اور توحید کی حاکمیت قائم کی اور اسی کی طرف دعوت دی اور اس کے ہر مخالف کو شکست دی خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ جیسا کہ اللہ کی سنن جاریہ فی الانبیاء سے متعلق آیات ونصوص سے ثابت ہوتا ہے اب اگر کوئی یوسف صدیق کریم ابن کریم ابن کریم کو ان سے متضاد صفات سے متصف کرے تو وہ کافر اور خبیث اور دین اسلام سے خارج و بری ہے۔ ایسے ہی اللہ کے فرمان:

وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ.(یوسف:٥٤)

بادشاہ نے کہا تم اسے میرے پاس لاؤ میں اسے اپنے لئے خاص کرلوں پھر جب

انہوں نے اس سے گفتگو کی تو وہ کہنے لگا آج آپ ہمارے پاس محفوظ مہمان ہیں۔

آپ کے خیال میں یوسف علیہ السلام نے اس سے کیا گفتگو کی ہوگی کہ متاثر ہوکر اس نے آپ کو حکومت کی پیشکش کردی؟ کیا عزیز مصر کی بیوی کا قصہ سنایا ہوگا جو کہ اپنے اختتام کو بخیر وخوبی پہنچ چکا تھا یا ملکی اتحاد یا اقتصادی مشکلات سے متعلق یا کچھ اور؟ غیب دانی کا دعویٰ تو کوئی نہیں کرسکتا البتہ دلیل کے ساتھ بات سچا کرتا ہے سو جو اللہ کے فرمان ﴿ فَلَمَّا كَلَّمَهُ ﴾ ''پھر جب انہوں نے اس سے گفتگو کی'' کے اجمال کو اللہ کا یہ فرمان مدد کرتا ہے۔ فرمایا:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلاً اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ.

(نحل:٣٦)

اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔

نیز:

وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. (زمر:٦٥)

اور البتہ آپ کی اور آپ سے پہلے والوں کی طرف یہ وحی کی گئی کہ اگر تو نے شرک کرلیا تو تیرے سارے عمل برباد ہوجائیں گے اور تو ضرور نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

نیز یوسف علیہ السلام کی ترجیحی دعوت سے متعلق اللہ کا یہ فرمان:

اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ، وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآئِيْۤ اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ. (یوسف:٣٧-٣٨)

یقیناً میں نے ان لوگوں کے دین کو چھوڑ دیا جو اللہ پر یقین نہیں رکھتے اور وہ آخرت

کے منکر ہیں اور میں نے اپنے آباء ابراہیم واسحاق ویعقوب کی اتباع کی ہے ہمارے لئے اللہ کے ساتھ کچھ بھی شرک کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

نیز:

ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ. (یوسف:۳۹-۴۰)

کیا بہت سے مختلف رب بہتر ہیں یا ایک غالب اللہ کے سوا تم محض ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے آباء نے رکھ لئے اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری حکم صرف اللہ ہی کا حق ہے اس نے حکم دیا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین لیکن اکثر لوگ نابلد ہیں۔

یقیناً یوسف علیہ السلام کے نزدیک سب سے معیاری گفتگو اور ان کی اور ان کے آباء کی دعوت کا سب سے بنیادی اصول یہی ہے یہی سب سے بڑا معروف اور جو چیز اس کے متضاد ہو وہی سب سے بڑا منکر ہے اس بات کے تقرر وتعین کے بعد کہ یوسف علیہ السلام نے ان سے کیا گفتگو کی تھی بادشاہ کا یہ جواب کہ: ﴿**اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ**﴾ ''یقیناً آج آپ ہمارے محفوظ مہمان ہیں'' بڑی ہی واضح دلیل ہے کہ بادشاہ نے ان کی تابعداری اختیار کر لی تھی اور دین کفر کو ترک کر کے ملت ابراہیمی کا پیرو بن چکا تھا اور پھر انہیں ہر طرح کے کلام اور دعوت کی مکمل آزادی دے دی تھی اور اس بات کی بھی کہ اس دعوت ے مخالفین کی سرکوبی کریں......تو یوسف علیہ السلام کی حالت اور عصر حاضر کے طاغوتی مفتون وزراء کی حالت میں فرق کرنے کے لئے فقط اتنا ہی کافی ہے (ہماری اس گفتگو کے خلاف سورہ غافر کی اس آیت کو دلیل بنانا جائز نہیں جس میں آل فرعون میں سے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے شخص نے فرعون

وغیرہ سے کہا تھا کہ:

وَ لَقَدۡ جَآءَ كُمۡ يُوۡسُفُ مِنۡ قَبۡلُ بِالۡبَيِّنٰتِ فَمَا زِلۡتُمۡ فِىۡ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَ كُمۡ بِهٖ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلۡتُمۡ لَنۡ يَّبۡعَثَ اللّٰهُ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ رَسُوۡلًا. (غافر:٣٤)

اورالبتہ تمہارے پاس اس سے پہلے یوسف بھی واضح معجزات لے کر آیا پر تم اس کے پیش کردہ میں شک کرتے رہے حتی کہ جب وہ مرگیا تو تم کہنے لگے کہ اللہ اس کے بعد اب کبھی رسول نہ بھیجے گا۔

عدم جواز استدلال کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

① آیت میں یہ صراحت نہیں کہ یہ یوسف علیہ السلام بن یعقوب ہیں ممکن ہے اور ہوں جیسا کہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ مراد یوسف بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب ہیں جو ان میں 20 سال نبی رہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے نیز ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی وغیرہ اور جب احتمال آجائے تو دلیل قابل استدلال نہیں رہتی۔

② اگر یہ مان لیا جائے کہ یوسف علیہ السلام ہی مراد ہیں تب بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بادشاہ ایمان نہ لایا تھا کیونکہ ممکن ہے کہ اس شخص کا کلام اکثریت کے متعلق ہو۔

③ اس آیت میں کفر بواح علانیہ کا نہیں بلکہ شک کا تذکرہ ہے اور شک کسی وقت دل میں ہوتا ہے تو کسی دوسرے وقت میں ظاہر ہو جاتا ہے......اور یہ بات طے شدہ ہے کہ یوسف علیہ السلام حاکم بن گئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے لگے پھر کوئی آپ کے سامنے اپنے شرک کا اظہار کرے اور آپ خاموش رہیں ایسا ناممکن ہے کسی میں یہ جراءت بھی کیونکر ہو جب کہ آپ حاکم اور رسول تھے اور شرک آپ کے نزدیک سب سے بڑا منکر تھا لیکن اگر دل میں کفر و شرک چھپا کر اہل ایمان کے سامنے حاکم کے خوف سے ایمان کا اظہار کیا جائے تو یہ نفاق ہوتا ہے اور لوگوں کے ساتھ ان کے ظاہر کے مطابق برتاؤ ہوتا ہے بلکہ اس شخص کے اس قول کہ: ﴿**حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلۡتُمۡ لَنۡ يَّبۡعَثَ اللّٰهُ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ**

رَسُوۡلًا﴾ ''حتی کہ جب وہ مر گیا تو تم کہنے لگے کہ اللہ اب اس کے بعد کبھی رسول نہ بھیجے گا'' میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ بظاہر اس پر ایمان لے آئے تھے اگر چہ دل سے نہ لائے ہوں۔ یہاں ایک اور شبہہ کا بھی ازالہ کر دینا مناسب ہے جو کہ مفتون وزراء اس شخص کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنے ایمان کو چھپا کر رکھا تھا لہٰذا یہ جائز ہے۔اس کا ردّ یہ ہے کہ ہم جن حالات سے دوچار ہیں ان میں اور وہ جن حالات سے دوچار تھا اس میں کیا مطابقت و مناسبت ہے؟ کمزور کے ایمان چھپانے اور شرک و کفر اور قانون سازی اور اللہ کے دین کو بگاڑنے اور روندنے میں برابر شریک ہونے میں بڑا ہی واضح فرق ہے کیا وہ شخص ان مفتون وزراء کی طرح قانون سازی یا اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرنے یا جمہوریت کی حمایت کرنے میں ان کا برابر کا شریک رہا تھا؟ لہٰذا پہلے اس بات کو ثابت کیا جائے پھر کوئی دوسرا دعویٰ کیا جائے وگرنہ ان فضولیات سے اجتناب کیا جائے)

چہارم: گذشتہ بحث سے جب یہ حقیقت عیاں ہو چکی کہ یوسف علیہ السلام توحید کی مخالفت کر کے یا دین ابراہیمی کو پس پشت ڈال کر وزیر نہیں بنے تھے جیسا کہ آج کل بنتے ہیں تو اب اگر یہ مان لیا جائے کہ بادشاہ اپنے کفر پر باقی رہا تھا تو یوسف علیہ السلام کی وزارت اس صورت میں ایک فرعی مسئلہ کی شکل اختیار کر جائے گی جس کا اصول دین سے کچھ بھی تعلق نہ ہو جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ یوسف علیہ السلام سے شرک و کفر یا کفار سے تعلقات یا اللہ کے ساتھ قانون سازی وغیرہ نواقض ایمان کچھ بھی صادر نہ ہوا تھا بلکہ آپ ہمہ وقت توحید کا پرچار اور شرک کی تردید کرتے رہے۔اور اللہ تعالیٰ فروعی مسائل کے متعلق فرماتا ہے کہ: ﴿لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنكُمۡ شِرۡعَةً وَّ مِنۡهَاجًا﴾ (مائدہ:٤٨) ''اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے (الگ) شریعت اور منہج بنایا ہے'' لہٰذا انبیاء کی شریعتیں احکام فروعی میں تو مختلف ہوتی ہیں البتہ اصول دین میں متفق و متحد جیسا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''ہم انبیاء کی جماعت علاتی (باپ ایک ماں الگ) بھائی ہیں ہمارا دین ایک ہے۔ بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) یعنی اصول دین توحید وغیرہ میں ایک ہیں البتہ شریعت کے مسائل و احکام میں مختلف ہیں ہم سے پہلے کی شریعت میں ایک شئے حرام ہو پھر

ہمارے لئے حلال ایسا ممکن ہے مثلاً مال غنیمت کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے یا ہم سے پہلے والوں پر سختی ہو پھر ہمارے لئے نرمی کردی جائے لہٰذا گزشتہ شریعت کی ہر بات ہمارے لئے شریعت نہیں خاص طور پر جبکہ ہماری شریعت میں اس کے خلاف دلیل بھی ہو اور ہماری شریعت میں اس عمل کی حرمت پر دلیل موجود ہے جو یوسف علیہ السلام کی شریعت میں حلال تھا۔ابن حبان، ابو یعلیٰ اور طبرانی نقل کرتے ہیں کہ ''نبی علیہ السلام نے فرمایا: تم پر بے وقوف حاکم آئیں گے جو بدترین لوگوں کو قریب کریں گے اور نماز تاخیر سے پڑھیں گے سو تم میں سے جو ایسا وقت پائے وہ ہرگز کوئی ناظم یا سپاہی یا ٹیکس آفیسر یا خزانچی نہ بنے)اور راجح بات یہ ہے کہ ان حکمرانوں سے فاسق امراء مراد ہیں جو کافر نہ ہوں کیونکہ ڈرانے والا جب کسی چیز سے ڈراتا ہے تو عام طور پر اس چیز کا سب سے برا پہلو بیان کرتا ہے لہٰذا اگر وہ کافر ہوتے تو آپ ضرور بتاتے جب کہ آپ نے ان کی سب سے بڑی برائی یہ بیان کی کہ وہ بدترین لوگوں کو قریب کریں گے اور نماز تاخیر سے پڑھیں گے اس کے باوجود نبی علیہ السلام نے واضح طور پر منع فرمایا کہ کوئی ان کا خازن یعنی خزانچی بنے تو جب فاسق حاکم کا خزانچی بننا ہماری شریعت میں حرام ہو تو کسی کافر کا وزیر خزانہ بننا کس طرح جائز ہوسکتا ہے لہٰذا یوسف علیہ السلام کا تقاضا کہ: ﴿قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ﴾ (یوسف:۵۵) ''تو مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردے کیونکہ میں محافظ اور ماہر ہوں'' اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ ان کی شریعت میں جائز تھا لیکن ہماری شریعت میں منسوخ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگرچہ ہدایت کے لئے اتنا ہی کافی ہے لیکن اگر کوئی اپنے فہم وتدبر اور آراء الرجال ادلہ وبراہین پر مقدم کرتا ہو تو اگر اس کے سامنے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ کردیا جائے وہ ہدایت حاصل نہیں کرسکتا: ﴿وَ مَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ فِتۡنَتَہٗ فَلَنۡ تَمۡلِکَ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ شَیۡئًا﴾ (مائدہ:۴۱) ''اور جسے اللہ فتنے میں ڈالنا چاہے تو آپ اللہ کے مقابل اس کے لئے ہرگز کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے''

اس شبہے کے متعلق بحث کے اختتام سے قبل ہم اس پارلیمانی اور وزارتی شرک وکفر کو اپنے فہم وتدبر سے

جائز قرار دینے والوں کے متعلق ایک تنبیہ کر دیں کے وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے یوسف علیہ السلام کے وزیر بننے سے متعلق کلام کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں جبکہ یہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر افتراء و بہتان سے زیادہ کچھ بھی نہیں کیونکہ انہوں نے اس قصے سے قانون سازی کے محل یا کفر یا اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرنے کے جواز پر دلیل نہیں لی ہے ان جیسے راسخ العقیدہ اور عقل مند شخص سے اس بدعقیدگی اور بے عقلی کی توقع نہیں کی جاسکتی ایسی بات تو عام عقل مند بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسے عاقل و عالم ربانی یہ بات کریں یہ ناممکن ہے کیونکہ اس سلسلے میں ان کا عقیدہ واضح اور معروف ہے کیونکہ اس بات کا دارومدار جلب المصالح اور درء المفاسد کے قاعدے پر ہے اور اس کائنات کی سب سے بڑی مصلحت توحید اور سب سے بڑا مفسدہ شرک وتندید ہے اور پھر وہ یوسف علیہ السلام کے متعلق اس عہدے کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ: ''ان سے جس قدر انصاف اور خیر خواہی ہوسکی انہوں نے کی اور حتی الامکان انہیں ایمان کی دعوت دی۔ (مجموع الفتاوی:۲۸/۶۸)

انہوں نے مطلق طور پر کہیں نہیں کہا کہ یوسف علیہ السلام اللہ کے ساتھ قانون سازی کرتے یا اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرنے والے کے ساتھ شریک ہوتے یا جمہوریت وغیرہ ادیان باطلہ کی اتباع کرتے جیسا کہ آج کل کے مفتون وزراء کی حالت ہے جو ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے کلام کو اپنے شبہات کے پردوں میں لپیٹ کر پیش کرتے ہیں تا کہ لوگوں کو گمراہ اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر سکیں۔ اور پھر اے میرے موحد بھائی اس سب کو چھوڑ دیں ہمارا قائد اور ہماری دلیل جس کی طرف ہم بوقت اختلاف رجوع کرتے ہیں وہ وحی ہے نہ کہ کچھ اور وہ اللہ اور اس کے رسول کا کلام ہے اور اللہ کے رسول کے بعد ہر ایک کے قول کو قبول یا ردّ کیا جاسکتا ہے لہٰذا اگر بفرض محال ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ایسا کچھ کہا بھی ہو تو ہم اسے ان سے کیا اگر ان سے بڑھ کر کوئی آجائے اس سے بھی قبول نہ کریں گے حتی کہ وہ ہمارے پاس اس کی واضح دلیل نہ لے آئے جو وحی سے ہو:

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ. (انبیاء:۴۵)

اے نبی کہہ دیجئے درحقیقت میں تمہیں بذریعہ وحی ڈراتا ہوں۔

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. (بقرہ:۱۱۱)

اے نبی کہہ دیجئے اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

لہٰذا باخبر رہیں اور توحید پر ڈٹے رہیں اور شرک وکفر کے دوستوں اور توحید وسنت کے دشمنوں کی چالوں میں نہ آئیں بلکہ اس گروہ میں شامل رہیں جو اللہ کے دین کو قائم رکھے جن کے متعلق نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''جو ان کی مخالفت کرے یا ان کی مدد نہ کرے وہ انہیں نقصان نہ دے سکے گا حتی کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور وہ اسی طرح ہوں''۔(فتح الباری:۱۳/۲۹۵)

دوسرا شبہہ : ''بندگان خواہش اپنے طاغوتی قانون سازوں خواہ وہ حکام ہوں یا پارلیمنٹ میں ان کے نائبین وغیرہ کے حق میں نجاشی کے قصے کو بھی دلیل بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نجاشی نے اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت نہیں کی اور اسی حالت میں فوت ہوا اس کے باوجود نبی علیہ السلام نے اسے ''نیک بندہ'' قرار دیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور صحابہ کو اس کے حق میں دعا کرنے کا حکم دیا''۔

اس شبہے کا جواب درج ذیل ہے۔ وباللہ التوفیق

اول: اس شبہے کو دلیل بنانے سے قبل معترض کسی واضح صریح غیر معارض نص کے ذریعے یہ ثابت کرے کہ اسلام لانے کے بعد بھی نجاشی نے اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کی تھی کیونکہ میں نے اول تا آخر ان کے تمام بیانات پڑھ لئے مجھے ایسا ثبوت نہیں مل سکا جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ**﴾ (بقرہ:۱۱۱) ''اے نبی کہہ دیجئے اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لے آؤ''۔ گویا اگر وہ دلیل پیش نہ کر سکیں تو یہی ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔

دوم: یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ نجاشی کی وفات تکمیل شریعت سے پہلے ہوئی تھی اور وہ اللہ کے

فرمان: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (مائدہ:۳) ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو بطور دین پسند کرلیا''۔ کے نزول سے پہلے ہی فوت ہوگیا تھا جیسا کہ ابن کثیر وغیرہ نے لکھا ہے۔(البداية والنهاية:۳/۲۷۷)

لہٰذا اس کے حق میں اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت کرنا اس وقت اتنا ہی تھا جتنا دین اسے پہنچا تھا کیونکہ اسی طرح کے معاملات میں ڈرانے کے لئے قرآن کا پہنچنا ضروری ہے جیسا کہ فرمایا:

وَ اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ. (انعام:۱۹)

اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا تاکہ میں تمہیں اور جن کو یہ پہنچے انہیں اس کے ذریعے ڈراؤں۔

اور اس دور میں آج کل کی طرح ذرائع ابلاغ واتصال نہ تھے اسی لئے بعض شرعی احکام چند سالوں بعد معلوم ہوتے تھے بلکہ بسا اوقات اس وقت معلوم ہوتے جب دور دراز کا سفر طے کرکے نبی علیہ السلام کے پاس پہنچا جاتا لہٰذا دین نیا ہوتا رہا قرآن اترتا رہا اور شریعت اس وقت تک مکمل نہ ہوسکی صحیح بخاری کی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس کی واضح دلیل ہے فرماتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کو (نماز میں) سلام کرلیتے اور آپ ہمیں جواب بھی دیتے (یعنی وعلیکم السلام کہہ کر) پھر جب ہم نجاشی کے پاس سے ہوکر آئے تو آپ نے ہمیں جواب نہ دیا اور فرمایا یہ نماز میں شغل ہے۔تو جب وہ صحابہ جو نجاشی کے پاس تھے عربیت اور بہت سی احادیث نبویہ سے واقف تھے اس کے باوجود ان تک یہ نماز میں کلام کا نسخ نہیں پہنچا جبکہ نماز تو بڑی عیاں عبادت ہے نبی علیہ السلام پانچ مرتبہ نماز پڑھاتے تھے تو وہ تمام احکامات ومسائل جو نماز کی طرح بار بار ادا نہیں کئے جاتے وہ کیونکر انہیں معلوم ہوجاتے کیا کوئی دین جمہوریت پر ایمان لانے والوں میں سے کوئی یہ دعویٰ پایہ ثبوت تک پہنچا سکتا ہے کہ نجاشی تک مکمل قرآن یا اسلام پہنچ چکا تھا تاکہ وہ نجاشی کے حال پر اپنی حالت کو قیاس کرسکے؟

سوم: یہ بات طے شدہ ہے کہ نجاشی تک اللہ کی نازل کردہ جو معلومات پہنچیں اس نے ان کے مطابق حکومت کی اب جو اس کے خلاف کوئی اور دعویٰ کرے تو اس کی بات بلا دلیل نہیں مانی جاسکتی:
﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''کہہ دیجئے اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو'' اور وہ تمام باتیں جنہیں بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے وہ اس بات کی دلیل ہیں کہ اس وقت تک نجاشی کے پاس اللہ کی نازل کردہ جو معلومات پہنچیں اس نے ان کے مطابق حکومت کی۔

① اس وقت تک اللہ کے نازل کردہ کے مطابق اس پر یہ واجب تھا کہ وہ توحید و رسالت پر اور عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت وعبودیت پر ایمان رکھے اور اس نے ایسا کیا اس سلسلے میں نجاشی کا وہ خط ملاحظہ ہو جسے اس نے نبی علیہ السلام کی طرف روانہ کیا جس کا تذکرہ عمر بن سلیمان الاشقر نے اپنے کتابچے ((حكم المشاركة في الوزارة والمجالس السياسية)) کے صفحہ ۷۱ میں بحوالہ زاد المعاد: ۶/۶۰ کیا ہے۔

② ایسے ہی نبی علیہ السلام کی اس کی بیعت کرنے اور ہجرت کا معاملہ ہے مذکورہ خط میں نجاشی کہتا ہے: ''اس نے اللہ کے رسول کی بیعت کر لی ہے اور اس کے بیٹے جعفر اور اس کے مصاحبوں نے بھی اور اللہ کے رسول کے ہاتھ پر اللہ کے لئے اسلام لے آیا ہے''۔ اس میں یہ تذکرہ بھی ہے کہ ''اس نے اپنے بیٹے اریحا بن اصحم بن ابجر کو آپ کی طرف روانہ کیا'' اور یہ بھی ہے کہ ''اگر آپ چاہیں تو میں خود رسول اللہ آپ کے پاس آجاؤں کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے جو کچھ کہا وہ حق ہے'' پھر شاید وہ اس کے فوراً بعد مر گیا یا نبی علیہ السلام نے اس وقت اس کو کوئی جواب نہیں دیا یہ تمام باتیں اس قصہ میں مخفی ہیں لہٰذا کچھ بھی یقینی طور سے نہیں کہا جاسکتا چہ جائیکہ اس کے ذریعے توحید اور اصول دین کے خلاف استدلال کیا جائے۔

③ ایسے ہی اس نے نبی علیہ السلام اور دین اسلام اور مسلمانوں کی مدد کی جو صحابہ اس کی طرف ہجرت کر کے گئے ان کی مدد کی انہیں پناہ دی اور ہر طرح سے خیال رکھا نہ تو انہیں بے یار و مددگار چھوڑا نہ ہی

انہیں قریش کے حوالے کیا نہ ہی حبشہ کے عیسائیوں کو ان کے خلاف کارروائی کی اجازت دی جبکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اپنے عقیدے کا کھلم کھلا اظہار کرتے تھے بلکہ نبی علیہ السلام کی طرف اس کے ایک دوسرے خط میں ہے کہ: ''اس نے اپنے بیٹے کو ساٹھ حبشیوں کے ساتھ نبی علیہ السلام کی طرف روانہ کیا ہے......(ایضاً ص ۷۳) یہ سب آپ کی مدد و تائید اور اتباع میں ہی تھا اس سب کے باوجود عمر الاشقر لاپروائی کی انتہاء کرتے ہوئے اپنے مذکورہ کتابچے کے صفحہ ۳۷ پر لکھتا ہے کہ ''نجاشی نے اللہ کے قانون کے مطابق حکومت نہیں کی تھی'' جبکہ یہ نجاشی جیسے موحد پر افتراء و بہتان ہے حق یہ ہے کہ اس نے اس کے پاس پہنچنے والی اللہ کی نازل کردہ ہدایات کے مطابق حکومت کی تھی اور اس کے برعکس کوئی یہ بھی بات قطعی غیر معارض دلیل کے بغیر مردود ہے اور کہنے والا جھوٹا ہے: ﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''کہہ دیجئے اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو'' لہٰذا جس نے یہ دعویٰ کیا اس نے کوئی صریح دلیل پیش نہیں کی بلکہ تاریخ کے اندھیروں سے چراغ ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے جبکہ تاریخی روایات سب کی سب قابل قبول نہیں ہوتیں خاص طور پر جب وہ آیات واحادیث صحیحہ کے بھی معارض ہوں لہٰذا ایسے لوگوں سے یہی کہا جاسکتا ہے کہ پہلے چھت تو ڈال لو پھر نقش نگاری کرتے رہنا۔

④ نجاشی کے قصہ میں ایک ایسے حاکم کی صورتحال بیان کی گئی ہے جو کافر تھا پھر اپنے منصب پر رہتے ہوئے ہی اسلام لے آیا اور نبی علیہ السلام کے حکم کے مطابق اپنے اسلام کا فرمانبرداری کے ساتھ اعلان بھی کردیا کہ آپ کی طرف اپنے بیٹے اور قوم کے چند چیدہ اشخاص کو روانہ کیا تاکہ آپ سے آپ کی طرف ہجرت کی اجازت چاہے اور آپ کی اور دین اور دینداروں کی مدد کرے بلکہ اپنے سابقہ عقیدے اور شرک سے براءت کا اظہار بھی کرے اور حق کو طلب کرنے اور دین کو سیکھنے کی کوشش کرے تاکہ اور اسی راستگی کے عالم میں اللہ سے ملاقات کرے اور یہ سب شریعت کی تکمیل اور مکمل شریعت اس تک پہنچنے سے پہلے کی باتیں ہیں نجاشی کے متعلق صحیح احادیث و آثار میں وارد شدہ یہ حقیقی صورتحال ہے اور ہم اپنے مخالفین کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اس کے برعکس کچھ ثابت کرکے دکھائیں لیکن دلیل صریح سے نہ کہ تواریخ

سے جو نا قابل اعتبار ہیں (اسلامی تاریخ جواب تک لکھی گئی اس کی اپنی کیا حیثیت ہے اور کن مورخین نے اسے رقم کیا ہے کیا وہ مسلمان تھے کیا اسلام سے اور اس کے مزاج سے مکمل طور پر واقف تھے یا مغرب سے درآمد یا مرعوب تھے اور اسی ماحول کے پروردہ تھے مورخین کی اکثریت کس حیثیت کی حامل ہے اور اس کی رقم کردہ تاریخ کی کیا حقیقت ہے اور کیا اب اہل اسلام کو اپنی تاریخ دوبارہ سے ازسرنو مرتب کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں ان تمام حقائق کا ادراک کرنے کے لئے ملاحظہ ہو سید قطب شہید رحمہ اللہ کا رسالہ ''في التاريخ فكرة ومنهاج ''جس کا اردو ترجمہ ''تاریخ فکر و منہج کے آئینہ میں'' کے نام سے www.muwahideen.tk کی ویب سائٹ پر دستیاب ہے۔ از مترجم)

اور وہ صورتحال جس کے لئے استدلال کیا گیا تو وہ صورت ہی انتہائی خبیث ہے کیونکہ یہ ایسے لوگوں کی صورتحال ہے جو بظاہر اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور جو اسلام کے منافی عمل ہے اس سے براءت بھی نہیں کرتے بلکہ اس کی طرف منسوب ہوتے ہیں اس طرح ایک ہی وقت میں دو باہم متضاد حقیقتوں کو اپناتے ہیں پھر اس پر فخر کرتے ہیں دین جمہوریت سے بری الذمہ نہیں ہوتے جیسا کہ نجاشی عیسائیت سے بیزار ہوا تھا بلکہ ہر وقت اس کی ثناء خوانی میں لگے رہتے ہیں اور اسے لوگوں کے لئے جائز قرار دے کر اس بگڑے ہوئے دین میں داخل ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور خود ہی اپنے معبود اور رب مقرر کر کے انہیں اپنے لئے ایسے قوانین بنانے کے اختیار دیتے ہیں جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی بلکہ ان کے ساتھ اس کفریہ قانون سازی میں شریک ہو جاتے ہیں جس کی بنیاد اپنی طرف سے بنایا ہوا دستور ہوتا ہے اور اس کی پابندی کر کے مطمئن رہتے ہیں بلکہ جو اس کی مخالفت کرے یا اس میں عیب لگائے یا اسے معطل کرنے کی کوشش کرے اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور یہ سارے کام تکمیل دین اور ان تک قرآن وسنت اور آثار پہنچ جانے کے بعد کے ہیں۔

للہ انصاف کیجئے اور سوچئے کیا یہ گندی اور اندھیری صورت کو آپ کی تمام تر قومی فرقہ واریت کی ہولناکیوں کے ساتھ اس شخص کی صورتحال پر قیاس کیا جا سکتا ہے جو نیا مسلمان ہو حق کا طالب ہو اور دین

کی مدد کرنا چاہتا ہو اور اب تک دین مکمل نہ ہوا ہو اور جو نازل ہو چکا ہو وہ مکمل طور پر اس تک نہ پہنچا ہو؟ ان دونوں صورتوں میں زمین وآسمان اور مشرق ومغرب کا فرق وبعد ہے۔ یہ دونوں حق کے میزان میں تو ہرگز یکجا نہیں ہو سکتیں البتہ ان مطففین کے میزان میں ضرور جمع ہو جاتی ہیں جنہیں اللہ نے بصیرت سے بے بہرہ کر دیا ہو سو وہ دین جمہوریت کو جو توحید واسلام کی ضد ہے عین توحید واسلام سمجھتے ہیں۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ، الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ، وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ، اَلا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ، لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ.

(مطففین: ۱-۵)

ہلاکت ہے مطففین کے لئے جو جب خود ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ماپ یا تول کر دیتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ روز قیامت دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟

تیسرا شبہہ : جمہوریت کو جائز قرار دینے کے لئے اسے شوریٰ کا نام دینا بعض عقل کے اندھے اور بصیرت سے کورے اپنے اس باطل کفری جمہوری دین کے لئے اللہ کے موحدین مومنین کے متعلق ان اقوال سے دلیل لیتے ہیں۔ فرمایا: ﴿**وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ**﴾ (شوریٰ: ۳۸) ''اور ان کا معاملہ باہم مشورہ سے ہوتا ہے'' نیز **وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ**. (آل عمران: ۱۵۹) ''اور آپ معاملے میں ان سے مشورہ لیں'' اپنے اس کفری مذہب کو جائز قرار دینے کے لئے اس پر شوریٰ کا ایک رنگ چڑھاتے ہیں۔

اس کا جواب درج ذیل ہے۔ وباللہ التوفیق

نام بدل جانے سے حقائق بدل نہیں جاتے بلکہ اسی طرح رہتے ہیں بعض تبلیغی جماعتیں جو اس کفری مذہب کی حامل ہوتی ہیں وہ کہتی ہیں کہ ''جب ہم جمہوریت کا اعلان کریں یا اس کی دعوت دیں یا اس کی ترغیب دیں یا اس کے لئے کوشش کریں تو اس سے ہماری مراد حریت کلمہ ودعوت ہوتی ہے

''۔(جمہوریت سے جو حریت مراد لی جاتی ہے وہ سراسر باطل اور کفر ہے کیونکہ اس سے ان کی مراد حریت دعوت الی اللہ وحدہ نہیں بلکہ حریت کلام طاغوت وکفار وملاحدہ ومشرکین اور حریت اعتقاد وارتداد ومقدسات میں طعن کی حریت مراد ہوتی ہے جمہوریت مغربی ہو یا عرب کی ہر ایک میں کفر والحاد اور زندقہ کی مکمل آزادی ہوتی ہے جبکہ اسلام پر مکمل پابندی ہوتی ہے اور ان لوگوں کی سب سے بڑی تمنا یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو مغربی جمہوریت کے کفر میں جکڑ کر رکھ دیں اور کفر تو ایک ہی ملت ہے ان مغالطات سے ضرور باخبر رہیں) تو ہم کہیں گے کہ اہم یہ نہیں کہ تم کیا کہتے ہو اور کیا مراد لیتے ہو بلکہ اہم یہ ہے کہ جمہوریت کو طاغوت مقرر کر کے تمہیں اس میں داخل ہونے کی دعوت دیتا ہے اور اس کی وجہ سے انتخابات کرائے جاتے ہیں اور پھر منتخب ہونے کے بعد تم اسی کے مطابق قانون سازی اور حکومت کرتے ہو لہٰذا اگر تم لوگوں کو بے وقوف بنا بھی لو تب بھی اللہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ.(نساء:١٤٢)

بے شک منافقین اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں جبکہ وہ ان کے دھوکے کا جواب دیتا ہے۔

نیز فرمایا:

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ.

(بقرہ:٩)

وہ اللہ اور اہل ایمان کو دھوکہ دیتے ہیں حقیقت میں وہ لاشعوری طور پر اپنے آپ کو ہی دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں۔

لہٰذا نام بدل دینے سے ان کے احکام نہیں بدلتے نہ ہی حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دیا جاتا ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ شراب کو ایسے نام سے حلال کرے گا جو خود انہوں نے رکھا ہوگا''۔(مسند احمد عن عبادة رضی اللہ عنہ ٢٢٧٠٤)

اس کے علاوہ علماء اور لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو توحید کو برا کہے یا اس کی مخالفت کرے یا اسے

خارجیت یا تکفیر کہے یا شرک کو اچھا یا جائز سمجھے یا اس کا مرتکب ہو یا اس کا نام بدل کر کچھ اور رکھ دے (ملاحظہ ھو الدرر السنیة فی الاجوبة النجدیة: ۱/۱۴۵) جیسا کہ آج کل یہ لوگ جمہوریت کو جو کہ دین شرک وکفر ہے شوریٰ کا نام دیتے ہیں تا کہ اسے جائز قرار دے کر لوگوں کو اسے اختیار کرنے کی دعوت دیں۔

دوم: مشرکین کی جمہوریت کو موحدین کی شوریٰ پر قیاس کرنا اور مجلس شوریٰ کو کفر وفسق وعصیان کی مجالس کے مشابہ قرار دینا کذب وباطل ہے کیونکہ قومی یا صوبائی اسمبلی یا پارلیمنٹ وثنیت کے مراکز اور شرک کے قلعے ہیں جس میں جمہوری آلھہ اور ارباب اور ان کے شرکاء اپنے دستور اور وضعی قوانین کے مطابق لوگوں کے لئے ایسے قوانین بناتے ہیں جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی (اردنی دستور کے آرٹیکل 25 میں ہے کہ قانون سازی کا اختیار بادشاہ یا قومی اسمبلی کے پاس ہے۔ایسے ہی کویتی دستور کے آرٹیکل 59 میں ہے کہ دستور کے مطابق قانون سازی صدر یا قومی اسمبلی کرے گی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ءَ اَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَیۡرٌ اَمِ اللّٰہُ الۡوَاحِدُ الۡقَھَّارُ، مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّیۡتُمُوۡھَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ. (یوسف:۳۹-۴۰)

کیا بہت سے مختلف رب بہتر ہیں یا اکیلا اللہ غالب تم اس کے سوا ایسے ناموں کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم نے اور تمہارے آباء نے رکھ لیا اللہ نے ان کی دلیل نہ اتاری حکم کرنا صرف اللہ کے لئے ہے اس نے حکم دیا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

نیز فرمایا:

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ. (شوری:۲۱)

کیاان کے شرکاء ہیں جنہوں نے ان کے لئے قوانین کودین قرار دیا جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا۔

لہٰذا یہ قیاس ایسے ہی ہے جیسے شرک کوتوحیداور کفر کوایمان پر قیاس کرنا اور اللہ پر بلا علم جھوٹ باندھنا اور اس کی آیات میں الحاداور حق وباطل اور ظلمت کو خلط ملط کرنا ہے۔ یہ جاننے کے بعد سمجھ لیں کہ شوریٰ جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے قانون کی حیثیت دی اس کے اور گندی جمہوریت کے مابین فرق آسمان وزمین جیسا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کر جو فرق خالق ومخلوق میں ہے اسی طرح کا فرق ان دونوں میں بھی ہے۔

① شوریٰ ربانی نظام ومنہج ہے جبکہ جمہوریت ان ناقص انسانوں کی کارگزاری ہے جو خواہشات کے اسیر ہیں۔

② شوریٰ اللہ کا قانون اس کا دین اور حکم ہے جبکہ جمہوریت اللہ کے قانون اور دین کے مطابق کفراوراس کے حکم کے برعکس ہے۔

③ مشاورت وہاں کی جاتی ہے جہاں نص موجود نہ ہواور جب نص ہوتو شوریٰ کی کوئی حیثیت نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا.

(احزاب:۳۶)

کسی مومن مرد یا مومنہ عورت کے لئے جائز نہیں جب اللہ اوراس کا رسول ایک بات کا فیصلہ کردیں کہ انہیں اپنے معاملے میں اختیار مل جائے۔

جبکہ جمہوریت میں ہر پہلو سے کھیل تماشا ہوتا ہے اس میں نصوص شرع اوراحکام الٰہیہ کا مطلق اعتبار نہیں

بلکہ مکمل اعتبار قوم ہر پہلو میں قوم کے فیصلے کا ہوتا ہے اسی لئے وہ اپنے دستوروں میں جمہوریت کی تعریف کرتے ہیں کہ عوام تمام قوانین کا سرچشمہ ہیں (یہ چیز مغربی کفری جمہوریت میں ہے جبکہ عربی کفری جمہوریت میں پہلا اور دوسرا دونوں اعتبارات بادشاہ یا صدر کے پاس ہوتا ہے کیونکہ اس کی منظوری کے بغیر عوامی رائے یا فیصلے یا پارلیمنٹ یا عوامی نمائندوں کے فیصلہ جات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اسے مکمل اختیار ہوتا ہے جیسے چاہے قانون بنائے)

④ جمہوریت اس کائنات میں عوام کو سب سے بڑی قانونی اتھارٹی مانتی ہے یعنی اکثریت کا فیصلہ اکثریت جسے چاہے حلال کرے جسے چاہے حرام کردے گویا جمہوریت میں اکثریت ہی الٰہ اور رب ہوتی ہے جبکہ شوریٰ میں اکثریت تو اللہ اور اس کے رسول پھر امام المسلمین کے احکامات وفیصلہ جات کی تابعداری کی پابند ہوتی ہے اور امام اکثریت کی رائے یا فیصلے کا پابند نہیں ہوتا جبکہ اکثریت ان کی اطاعت کی پابند ہوتی اگرچہ وہ ظلم کریں تا آنکہ نافرمانی کا حکم نہ دیں۔(یہ حق بھی ان مسلمان حکام کو حاصل ہے جو اللہ کے قانون کے مطابق حکومت کرتے ہوں اور اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے ہوں آج کل کے کافر اور مرتد حکام کو یہ حق حاصل نہیں جو یہود ونصاریٰ سے دوستیاں لگاتے ہیں)

⑤ جمہوریت کا پیمانہ اور معبود اور تمام قوانین کا سرچشمہ اکثریت ہوتی ہے جبکہ شوریٰ میں اکثریت کوئی پیمانہ نہیں بلکہ اللہ نے اپنی کتاب میں واضح طور پر اکثریت کے خلاف فیصلہ دیا ہے۔فرمایا:

وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ. (انعام:١١٦)

اور اگر آپ نے زمین پر رہنے والے افراد کی اطاعت کی تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھکا دیں گے وہ محض گمان پر چلتے ہیں اور صرف اندازے لگاتے ہیں۔

وَ مَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ. (یوسف:١٠٣)

اور اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں اگرچہ آپ اس کی تمنا کرتے رہیں۔

وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ. (روم:۸)

اورا کثر لوگ اپنے رب سے ملاقات کاانکار کرتے ہیں۔

وَ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ. (یوسف:۱۰۶)

اورنہیں ایمان لائے ان میں سے اکثر اللہ پرمگراس حال میں کہ وہ مشرک ہوتے۔

وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ. (بقرہ:۲۴۳)

لیکن لوگوں کی اکثریت شکرنہیں کرتی۔

وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ. (یوسف:۲۱)

لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔

فَاَبٰى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا. (اسراء:۸۹)

پس اکثر لوگوں نے انکار کردیا لیکن ناشکری سے (نہیں کیا)۔

اس معنی کی اور بہت سی آیات ہیں نیز نبی علیہ السلام نے فرمایا:

❁ درحقیقت لوگ ایسے سو اونٹوں کی طرح ہیں جن میں ایک بھی تو سواری کے قابل نہ پائے گا۔ (عن ابن عمر رضی اللہ عنہ متفق علیہ)

❁ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم آگ کا حصہ نکال دے وہ کہیں گے کہ آگ کا کیا حصہ ہے اللہ فرمائے گا ہر ہزار سے نوسو ننانوے اس موقع پر بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حاملہ اپنا حمل گرادے گی اور تو لوگوں کو مدہوش خیال کرے گا جبکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہوگا۔ (بخاری عن ابو سعید رضی اللہ عنہ)

لہٰذا اللہ کا دین اور قانون اکثریت کو گمراہ قرار دیتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا کہ:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ. (یوسف:۴۰)

نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔

جبکہ جمہوریت اوراس کے حامی اللہ کے اس قانون کو ماننے کے بجائے الٹا کہتے ہیں کہ حکم اکثریت کا ہوگا اب بھی جوان کی حمایت کرے اس کے لئے تباہی وبربادی ہوخواہ اس کی داڑھی کتنی ہی طویل ہو یا وہ کوئی بھی ہو ہم دنیا میں ان سے اس طرح اس لئے کہتے ہیں شاید وہ توبہ کرلیں جوان کے لئے بہتر ہے اور یہ دنیا میں سن لینا بنسبت آخرت کے زیادہ سہل ہے کہ جب ساری انسانیت رب العالمین کے روبرو حاضر ہوگی وہ اللہ کے نبی ﷺ کے حوض کوثر پر جانا چاہیں گے پر فرشتے انہیں دھکیل دیں گے اور کہیں گے انہوں نے دین کا حلیہ بگاڑ دیا تھا یہ سن کر نبی الرحمۃ فرمائیں گے دفاع ہوجاؤ دور ہوجاؤ جنہوں نے میرے بعد تبدیلیاں کیں (بخاری مسلم)۔

یہ جمہوریت ہی ہے کہ جب یورپی اقوام نے اپنی زندگی سے دین کو نکال پھینکا تو اس نے کفر کی مٹی میں جنم لیا پھر شرک وفساد کے کھلیانوں میں نشو ونما پائی اوران کی فضاؤں کو زہریلا کرنا شروع کردیا اس کا ایمان وعقیدہ واحسان کے تینوں اور مٹی سے کچھ تعلق نہیں اور نہ ہی یہ مغرب میں دین کو ریاست سے الگ کئے بغیر اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے اور ایسا ہوجانے کی صورت میں ہی اس گندی جمہوریت نے ان کے لئے لواطت وشراب نوشی وجنسی آزادی ودیگر فواحش کو قانونی حیثیت دی یہی وجہ ہے کہ اسے صرف جمہوری کافر یا جاہل بے وقوف ہی جائز یا شوریٰ کے مساوی قرار دے کر اس کا دفاع کرسکتا ہے ان دو کے سوا کوئی تیسرا نہیں۔

اور یہ دور جس میں اصطلاحات میں بڑا اختلاط ہے اور باہم متضاد امور یکجا ہورہے ہیں ایسے دور میں اگر بندگان شیطان ان کفریہ افکار کو اپنالیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں البتہ اس پر ہے کہ کچھ نام نہاد مسلمان اس پر شرعی لبادہ اوڑھا کر اسے جائز قرار دے کر اس کی ترغیب دیتے ہیں جس طرح ماضی میں جب اشتراکی نظریہ ظاہر ہوا تو کچھ فتنہ پروروں نے اسلامی اشتراکیت کی اصطلاح گڑھ لی اور کچھ قوم پرست عربوں نے اسے قبول بھی کیا اور اسلام میں شامل کردیا جبکہ آج انہیں میں سے بہت سے لوگ ان زمینی دستوروں کا ڈھنڈورہ پیٹنے لگے ہیں اور جمہوری آسیبوں کو اسلامی فقہاء شریعت سے مشابہت دیتے

ہوئے فقہاء قانون (قانون داں یا ماہر قانون) بالکل نہیں شرماتے اور اسلامی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں مثلاً مشرع (شریعت ساز) شریعت (قانون سازی) حلال ،حرام ، جائز ، مباح اور محظور (ممنوع) اس کے باوجود اس خوش فہمی میں ہیں کہ وہ درست ہیں ۔ **فلا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** ۔ اوراس کی وجہ علم اور علماء کا قحط اور معاملات نا اہل ہاتھوں میں دینا اور بدترین لوگوں کے لئے میدان خالی چھوڑ دینا۔

افسوس آج دین اور علم اور دیندار علماء ربانیین عوام الناس میں نہیں بلکہ خود نام نہاد مسلمانوں میں اجنبی ہوکر رہ گئے جو نہ لا الہ الا اللہ کے حقیقی معانی جانتے ہیں نہ ہی اس کے لوازمات وتقاضے اور شروط سے ہی واقف ہیں بلکہ دن رات اس کے منافی امور کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں اور شرک کے جھانپڑ سہہ کر بھی خود کو موحد گمان کرتے ہیں بلکہ اس کے داعی ۔ انہیں چاہیئے کہ اپنی اصلاح کریں اور علم کے حلقوں میں بیٹھ کر علم حاصل کریں تا کہ لا الہ الا اللہ کے حقیقی معانی سے آگاہ ہوسکیں کیونکہ اس کے علم کو حاصل کرنا ہی اللہ نے انسان پر سب سے پہلے فرض کیا لہٰذا نواقض وضوء اور مبطلات صلاۃ سے بھی پہلے اس کلمے کے تقاضوں اور شروط کا علم حاصل کرنا چاہیئے کیونکہ نماز اور وضوء کے اس کے بغیر درست نہیں اب بھی اگر لوگ نہیں سدھرتے اور گھمنڈ میں رہے تو یقیناً خسارے میں جائیں گے اپنے اس کلام کا اختتام میں علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ کے عمدہ کلام پر کرتا ہوں جنہوں نے ﴿**وامرھم شوریٰ بینھم**﴾ ''اوران کا معاملہ باہم مشورے ہوتا ہے'' اس جیسی آیات کے ذریعے اپنی گندی جمہوریت کو جائز قرار دینے والوں کی بڑی موثر تردید کی ہے چنانچہ آیات: ﴿**وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ**﴾ (آل عمران:۱۵۹) ''اور معاملے میں ان سے مشورہ لے'' ﴿ **وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ**﴾ (شوریٰ:۳۸) ''اوران کا معاملہ باہم مشورہ ہوتا ہے'' کی تفسیر کے حاشیے میں فرماتے ہیں :عصر حاضر میں دین کو مذاق بنا لینے والے علماء وغیرہ ان دونوں آیات کو اپنی باطل تاویل اور گمراہ کرنے کے لئے مشق ستم بناتے ہیں تا کہ فرنگی کے بنائے ہوئے دستوری نظام کو جائز قرار دیں جس کا نام انہوں نے جمہوری نظام رکھ کر عوام کو دھوکے میں رکھا ہوا ہے یہ

لوگ ان دونوں آیات کو سرورق اور ہیڈنگ بناتے ہیں تاکہ اسلام سے منسوب جماعتوں کو دھوکہ دے سکیں درحقیقت یہ ایسا کلمہ حق ہے جس سے باطل مقصد پورا کیا جارہا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام مشاورت کا حکم دیتا ہے۔ یقیناً اسلام مشاورت کا حکم دیتا ہے لیکن کس قسم کی مشاورت کا اللہ اپنے رسول سے فرماتا ہے: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾(آل عمران:۱۵۹) ''اور آپ معاملے میں ان مشورہ لیں پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں'' اس آیت کے معنی واضح اور صریح ہیں محتاج بیان نہیں نہ ہی تاویل کے محتمل ہیں اس میں حکم رسول کو ہے اور رسول کے بعد اس کے نائب یعنی حاکم کو ہے کہ وہ اپنے قابل اعتماد اور قابل ساتھیوں سے مشورہ لے ان مسائل میں جن میں تنفیذ یا اجراء کے لئے آراء کے تبادلے اور اجتہاد کی گنجائش ہوتی ہے پھر ان میں سے صحیح ترین یا قریب مصلحت رائے کو اختیار کر کے اس کے نفاذ کا عزم کرلے اور کسی مخصوص گروہ کی رائے کا پابند نہ ہو نہ ہی کسی مخصوص تعداد یا اکثریت یا اقلیت کی رائے کا پھر جب عزم کرلے تو اس کے عملی اجراء کے لئے صرف اللہ پر توکل رکھے۔ اس آیت میں سادہ مفہوم جسے کسی دلیل کی ضرورت نہیں یہ ہے کہ رسول یا اس کے نائب کو جن افراد سے مشاورت کا حکم ہوا ان سے اللہ کی حدود کی پابندی کرنے والے نیک اور متقی رفقاء مراد ہیں جو نماز وزکاۃ اور جہاد فی سبیل اللہ کے پابند ہوں جن کے متعلق خود نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''عقلمند اور سمجھ دار مجھ سے قریب رہا کریں'' ان سے بے دین اور اللہ کے دین سے مصروف جنگ یا اعلانیہ گناہ کرنے والے یا خود کو اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے مخالف قوانین بنانے کا مستحق سمجھنے والے اور اللہ کے دین کو برباد کرنے والے ایسے لوگ مراد نہیں جو کفر اور فسق کے مابین ہوں ان کا صحیح مقام یہ نہیں کہ مشیر کے مرتبے پر فائز کئے جائیں بلکہ تختہ دار یا کوڑا ہے ایک دوسری آیت میں ان باتوں کو صراحت سے بیان کیا گیا ہے فرمایا: ﴿وَ الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ (شوریٰ:۳۸) ''اور جو لوگ اپنے رب کی اطاعت کریں اور نماز پڑھیں اور ان کا معاملہ باہم مشاورت سے ہو اور ہم نے انہیں جو کچھ عطا کیا اس میں

سے خرچ کرتے ہوں۔(عمدة التفسير:٣/٦٤-٦٥)

چوتھا شبہہ: نبی علیہ السلام کا حلف الفضول میں شریک ہونا۔

ان لوگوں نے اپنی شرکیہ قانون ساز پارلیمنٹ میں شراکت کے جواز کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل حلف الفضول میں شراکت سے دلیل لی ہے۔تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ وباللہ التوفیق

اس حلف سے دلیل لینے والا اس معاہدے کی حقیقت ہی نہیں جانتا یا جانتا ہے تو حق و باطل کو خلط ملط کرتا ہے کیونکہ حلف الفضول کا معاہدہ بقول ابن اسحاق اور ابن کثیر اور قرطبی رحمہم اللہ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں قبائل قریش کے مابین اس وقت طے پایا جب وہ یہاں جمع ہوئے تو انہوں نے اتفاق کیا کہ مکہ میں یا اہل مکہ یا باہر کا جو بھی مظلوم ہوگا اس سے ظلم کو روکیں گے پھر انہوں اس معاہدے کا نام حلف الفضول رکھا یعنی فضیلت والا معاہدہ۔(البداية والنهاية:٢/٢٩١،الجامع الاحكام القرآن:٦/٣٣-١/١٦٩)

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حلف الفضول عرب کا انتہائی عزیز و کریم معاہدہ تھا اور اس طرف سب سے پہلے زبیر بن عبدالمطلب نے توجہ کی وجہ یہ بنی کہ زبید قوم کا ایک شخص مکہ میں کچھ سامان لایا جسے عاص بن وائل نے خرید لیا اور اس کی قیمت نہیں دی لہٰذا زبیدی مختلف حلیف قبائل کے پاس شکایت کے لئے گیا لیکن کسی نے مدد نہیں کی اور اس کو بھگا دیا جب اس نے یہ حالت دیکھی تو سورج طلوع ہونے کے وقت جبل ابی قیس پر چڑھ گیا اور باآواز بلند فریاد کرنے لگا اس وقت قریش مجلس لگائے بیٹھے تھے زبیر بن عبدالمطلب سن کر کہنے لگے اس کی ضرور مدد کی جائے گی لہٰذا بنو ہاشم اور زہرہ اور تمیم بن مرہ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہو گئے زبیر نے ان کے لئے کھانا بنایا اور ذوالقعدہ حرمت والے مہینے میں ایک دوسرے سے قسمیں لیں کہ مظلوم کی حمایت میں ظالم کے خلاف متحد ہو جائیں گے حتی کہ وہ ظالم اس کا حق ادا کردے جب تک کہ سمندر گیلا رہے یا ثبیر یا حراء (مکہ کے دو پہاڑ) لہٰذا قریش نے اس معاہدے کا نام حلف الفضول رکھ دیا۔اور کہا کہ بڑا فضیلت والا کام ہے جو انہوں نے کیا پھر عاص بن

وائل سے زبیدی کا سامان واپس دلایا۔ نیز قاسم بن ثابت غریب الحدیث میں لکھتے ہیں کہ خثعم قبیلے کا ایک شخص مکہ آیا اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی جو بلا کی حسین تھی نبیہ بن حجاج نے اسے اغواء کرلیا تو خثعمی کہنے لگا اس کے خلاف کون میرا ساتھ دے گا اس سے کہا گیا تو حلف الفضول کا حوالہ دے سو وہ خانہ کعبہ میں کھڑے ہو کر اس کا حوالہ دینے لگا تو سب لوگ اس کی طرف تلواریں بے نیام کر کے بڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ مدد آ گئی بتا کیا بات ہے وہ کہنے لگا کہ نبیہ نے میری لڑکی اغواء کر لی ہے وہ اسے لے کر اس کے گھر گئے اور اسے بلا کر کہنے لگے تو ہمیں اور ہمارے معاہدے کو جانتا ہے لہٰذا اس کی لڑکی واپس کر اس نے کہا ٹھیک ہے لیکن آج رات اسے میرے پاس رہنے دو انہوں نے کہا کہ نہیں چند منٹ بھی نہیں چنانچہ اس نے اسے واپس کر دیا (اب اگر ہم اس واقعے سے دلیل لیں کہ مظلوموں کی مدد کے لئے مسلح تنظیم بنانا جائز ہے جبکہ نہ تو اسلامی ریاست ہو نہ خلیفہ ہو اور یہ کہیں کہ نبی علیہ السلام نے زمانہ جاہلیت کے اس عہد کی زمانہ رسالت میں تعریف کی تھی جبکہ اس وقت کوئی خلیفہ بھی نہ تھا تو یقیناً یہی لوگ ہمیں بدعتی قرار دیں گے اور ہم پر سخت تنقید کریں گے لیکن جب انہیں اپنا الو سیدھا کرنا ہو اور شرکیہ اور کفریہ قوانین و دساتیر کو جائز قرار دینا ہو یا اس میں شراکت کو صحیح بتلانا ہو تو پھر اس سے استدلال جائز ہو جائے گا۔ افسوس اس ناانصافی اور ظلم پر) تو یہ وہ اسباب واہداف تھے جن کے پیش نظر یہ معاہدہ منعقد ہوا اور نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''میں عبداللہ بن جدعان کے گھر اس معاہدے میں حاضر تھا اگر مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ بھی مل جاتے تو پسند نہ کرتا''۔ (بھیقی و حمیدی)

نیز فرمایا: ''اگر آج بھی مجھے اس کے لئے بلایا جائے تو ضرور قبول کروں گا'' مسند حمیدی میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ ''انہوں نے باہم عہد کیا کہ حقوق کو ان کے مستحقین تک پہنچائیں گے اور یہ کہ کوئی ظالم کسی مظلوم پر ظلم نہ کرنے پائے'' تو ہم اس معاہدے سے جمہوریت کے صنم کدوں میں پوجا میں شراکت کے جواز کی دلیل لینے والوں سے پوچھتے ہیں کہ اے ارباب عقل و دانش اس معاہدے اور اس متعلقات میں اس بات کی کیا دلیل ہے کہ ابلیسی دستور کے مطابق قانون سازی کی شرکیہ پارلیمنٹ میں داخلہ جائز

ہے کہ جس کے اراکین یاسق سے مشابہ کفریہ قوانین اوران قوانین کے حاملین کی اطاعت وخدمت اور ان کے مخالفین کی سرکوبی کا عہد کر کے اوراس کی قسمیں اٹھا کراس آتش کدے کے پجاری بنتے ہیں؟اور کیااس معاہدے میں کسی بھی طرح کا کفریاشرک یااللہ کے ساتھ قانون سازی میں شراکت یااللہ کے دین کے علاوہ دین کا احترام تھا کہ اس سے دلیل لینا جائز ہو؟اگرتمہارا جواب ہاں میں ہےتو گویا تم یہ دعویٰ کرر ہے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے کفراور قانون سازی میں شرکت کی اور اللہ کے دین کے علاوہ دین کی اتباع کی اور اگراسلام آنے کے بعدبھی آپ کواس طرح عمل کے لئے بلایا جاتا تو آپ ضرور جاتے تو ایسا گمان رکھنے والے کے کفر وارتداد وزندقہ پر دونوں جہاں شاہد ہیں اورتم یہ کہہ کرنہیں اس معاہدے میں نہ تو کفرتھا نہ ہی کسی طرح کی قانون سازی نہ ہی کوئی اور خامی بلکہ اس میں مظلوم کی مدداور نادار کی دادرسی وغیرہ فضائل تھےتو پھرتم کفر وفسق اورشرک وظلم عظیم کی ان پارلیمنٹوں کواس معاہدے پر کس طرح قیاس کر سکتے ہو کیاتم عقل نہیں رکھتے ؟ نیز ہمارا یہ سوال بھی ہے کہ اگراس معاہدے میں خواہ اس کے مشمولات کچھ بھی ہوں شراکت کے لئے لات ،منات،عزیٰ کے احترام اورقریش کے کفریہ عقائداوران کے بتوں اوران کی جاہلیت کی مدد پھراس کے بعدمظلوم کی مدد کی قسمیں اٹھانی پڑتیں تو کیا نبی علیہ السلام اس میں شریک ہوتے ؟ یاحالت اسلام میں آپ کواگرکسی ایسے معاہدے کے لئے بلایا جاتا تو کیا آپ جاتے ؟اگرتمہاراجواب ہاں میں ہوتو یقیناً امت وملت اسلامیہ تم سے بری وبیزار ہیں اور اگر جواب یہ ہو کہ ہرگزنہیں تو پھران بودے اورکھوکھلے دعووں اوردلیلوں کوچھوڑ کیوں نہیں دیتے کیوں ان کارونا روتے ہو؟ ﴿قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ﴾ تم بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔

پانچواں شبہہ: دعوتی مصلحت

ان کا کہنا ہے کہ پارلیمنٹ یااسمبلی میں جانے میں بڑی مصلحتیں ہیں بلکہ بعض تو یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ اس کی دلیل مصلحت مرسلہ ہےاور پھر دعوت الی اللہ اورکلمہ حق کے پرچاراورمنکرات کے ازالے اور

دعوت وداعیان پر کی گئی پابندیوں وسختیوں میں تخفیف کا تذکرہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہیں عیسائیوں یا گمراہوں یا شیعہ کے لئے خالی نہیں چھوڑنا چاہئیے کچھ لوگ ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ کی شریعت کی حاکمیت اور اس کے دین کی اقامت کی مصلحت یہیں سے حاصل ہوسکتی ہے......اس کے علاوہ ان کی اور بہت سی بھونڈی اصطلاحات ورقیق تاویلات و باطل خواہشات جن کا تعلق اور مدار مصلحت پر ختم ہوتا ہے۔(شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے ایک فتوے میں اس طرح کی اصطلاحات کا بھرپور ردّ کیا ہے جس میں دعوتی مصلحت کا عذرتراشا جاتا ہے ہم نے اس فتوے کی تحقیق کی ہے اس پر تعلیق اور مقدمہ بھی لکھا ہے جس کا نام ''**القول النفیس فی خدیعة ابلیس** ''اس باب میں اس کا مطالعہ مفید ہے ۔(الحمد للہ یہ کتاب بھی اردو ترجمہ کے ساتھ www.muwahideen.tk پر موجود ہے) ہم اس کے جواب میں اللہ کی توفیق سے کہتے ہیں کہ:

کون ہے جو اپنے دین اور اپنے بندوں کی مصلحتوں سے کما حقہ آگاہ ہے اللہ لطیف وخبیر یا تم اپنی باطل اصطلاحات اور استحسانات کے ساتھ؟ اگر تمہارا گمان یہ ہو کہ ''ہم'' تو ہم کہیں گے کہ تمہارے لئے تمہارا دین اور ہمارے لئے ہمارا دین تم جن کی عبادت کرتے ہو ہم ان کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم جس وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرتے ہیں تم اس کی عبادت نہیں کرسکتے کیونکہ اللہ نے اپنے کلام میں فرمایا دیا: **مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ.** (انعام:۳۸) ''ہم نے کتاب میں کچھ بھی نہیں چھوڑا'' نیز ان جمہوریوں کا ردّ کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿**اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى**﴾ (قیامة:۳۶) ''کیا انسان نے یہ سمجھ لیا ہے کہ سے بے کار چھوڑ دیا جائے گا'' نیز: ﴿**اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا**﴾ (مومنون:۱۱۵) ''کیا تمہارا گمان ہے کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے'' اور یہ تو ہمارے دین میں ہے جبکہ تمہارے دین جمہوریت میں تو انسان خود ہی قانون ساز اور خود ہی اس کے مطابق فیصلہ کرنے والا اور خود ہی اس پر چلنے والا وہ تو گویا یہ ہی کہتے ہیں کہ کیا انسان کو بے کار

پیدا کیا گیا ہے وہ آزاد محض ہے جو قانون یا دین بنائے جس پر چاہے چلے جسے چاہے ٹھکرا دے اس کا بنایا ہوا قانون جس پر وہ عمل پیرا ہے کتاب اللہ کے مطابق ہو یا مخالف اس کی کچھ اہمیت نہیں لیکن کسی بھی طرح وہ دستور اور زمینی وضعی قانون کے خلاف نہ ہونا چاہیئے ۔﴿اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ﴾ (انبیاء:٦٧) " تف ہے تم پر اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں پر کیا تم عقل نہیں رکھتے ۔ اور اگر تمہارا جواب یہ ہو کہ بلکہ اللہ وحدہ لا شریک لہ ہی ہے جو اپنے بندوں کے لئے حدود مقرر کرتا ہے کیونکہ وہ خالق ہے اپنی مخلوق کی مصلحتوں سے آگاہ ہے:

اَلاَ يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ. (ملك:١٤)

کیا وہ نہیں جانتا کہ اس نے کس کو پیدا کیا حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے ۔

تو پھر ہمیں بتاؤ کہ وہ کون سی بڑی مصلحت ہے جس کی خاطر اس نے انسان و جنات اور زندگی اور موت پیدا کی اور اسی کی خاطر کتابیں اتاریں انبیاء بھیجے جہاد فرض کیا اور جس کی خاطر اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی جاتی ہے؟ اب اگر تمہارا جواب یہ ہو کہ وہ توحید خالص اور اس کے منافی شرک و تندید سے اجتناب و بغض و عداوت کا اظہار ہے ۔ تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اے اصحاب عقل و فہم کیا یہ بات عقل کے لائق ہے کہ تم اس عظیم قطعی کلی مصلحت کو فوت کر دو اور طاغوت کی موافقت کرتے ہوئے اللہ کے دین کے علاوہ غیر اللہ کے دین جمہوریت کو قبول کر لو اور غیر اللہ کے قانون دستور کا احترام کرو اور قانون ساز آلھۃ باطلہ کی اتباع کرو اور دیگر جزوی ظنی مرجوح مصلحت کی خاطر کائنات کی اس سب سے عظیم مصلحت یعنی توحید خالص اور طواغیت کے ساتھ کفر کرنا اسے فوت کر دو؟ اس ظلم و ناانصافی پر سوائے کفریہ دین جمہوریت کے اور کوئی دین یا قانون یا معیار و میزان راضی نہ ہو گا ۔ اور کیونکر تم میں سے کچھ لوگ یہ کہنے کی جراءت کرتے ہیں کہ یہ شرکیہ پارلیمنٹ مصالح مرسلہ سے متعلق ہے؟ قائلین مصالح مرسلہ کے مطابق اس سے مراد ایسا کافر ہے کہ شریعت نہ تو اس کے معتبر ہونے کی شہادت دے نہ ہی بے کار ہونے کی تو کیا ہمارے نزدیک شریعت شرک و کفر اور اسلام کے مقابل ہر دین و ملت کی تردید نہیں کرتی اور اسے غیر

معتبر قرار نہیں دیتی ؟ اور پھر تم اس شرکیہ پارلیمنٹ میں اسلام کی حقیقی اور بنیادی دعوت توحید کو دفن کرنے کے بعد کون سا حق یا دعوت ہے جس کا تم پرچار کرو گے ؟ کیا جزئی اور فرعی مصلحتوں کی خاطر اصل الاصول سے صرف نظر کیا جا سکتا ہے؟ اور پھر جب تم ان جزئی اور فرعی مصلحتوں کی حصول کی خاطر کوشش بھی کرو مثلاً شراب کو حرام قرار دینے کی کوشش کرو تو تمہارا یہ مطالبہ کس دلیل اور سند کے ذریعے ہوگا ؟ کیا تم یہ کہو گے کہ اللہ اور اس کے رسول نے اسے حرام کیا ہے یا اگر تمہارا یہی زعم ہے تو یہ جھوٹ ہے کیونکہ جمہوری دین اور دستوری قانون میں اس کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ صرف دستور ہی اصل مصدر و ماخذ ہے لہٰذا اس مطالبے کے لئے تمہیں یہی کہنا ہوگا کہ آرٹیکل 2، 24 اور 25 میں اس طرح ہے۔ یہی تو شرک و کفر اور الحاد ہے اس راہ پر چلنے والے کا عقیدہ توحید محفوظ نہیں رہ سکتا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِهٖ وَ یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلٰلاًۢ بَعِیْدًا. (نساء: ٦٠)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا زعم ہے کہ وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ فیصلے کے لئے طاغوت کے پاس ہی جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا کہ اس کے ساتھ کفر کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں لا پھینکے۔

بھلا ہمیں بتاؤ کیا ان بت کدوں میں شرکیہ اور کفریہ راستوں کے سوا قانون سازی ممکن ہے؟ پھر تم اللہ کا نال کردہ سارا دین اور نظام اس راستے سے چل کر قائم کرنا چاہتے ہو کیا نہیں جانتے کہ یہ مسدود کفریہ راہیں ہیں کیونکہ بالفرض محال اگر ایسا ہو بھی گیا تب بھی یہ اللہ کا نظام نہ کہلائے گا بلکہ دستوری یا عوامی یا جمہوری حکومت ہی کہلائے گی عمل، قانون سازی اور نفاذ کے اعتبار سے قطعاً اللہ کا نظام نہ ہوگا یہی تو طاغوتی نظام ہے اگرچہ بعض امور میں اللہ کے نظام کے مطابق ہی ہو کیونکہ اللہ نے فرمایا:

وَّ لَا یُشْرِکُ فِیۡ حُکۡمِہٖۤ اَحَدًا. (کھف:٢٦)

اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ. (یوسف: ٤٠)

نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ کے لئے۔

یہ نہیں فرمایا کہ حکم صرف ان لوگوں کا ہوگا۔ فرمایا:

وَ اَنِ احۡکُمۡ بَیۡنَہُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ. (مائدہ:٤٩)

اور یہ کہ حکمران کے مابین اللہ کے نازل کردہ کے مطابق۔

یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے نازل کردہ کے مثل کے مطابق یا دستور یا قانون کے مطابق بلکہ یہ تو جمہوریت کے بندوں اور مشرکین کا کہنا ہے اور تم کن احمقوں کی دنیا میں ہو کیا تم تاریخی حقائق و تجربات سے فائدہ نہیں اٹھاتے کیا نہیں دیکھتے کہ جزائر، کویت اور مصر وغیرہ میں کیا ہوتا آیا ہے کہ ان اسمبلیوں کو طاغوت کے ہاتھ کا کھلونا بنا دیا گیا اس نے جب چاہا اسے مشروع کر دیا اور جب چاہا تحلیل کر دیا (اردنی دستور کے آرٹیکل 34 کی شق 2 میں لکھا ہے کہ صدر ہی عوامی نمائندوں کو اسمبلی میں بلائے گا وہی اس کا افتتاح کرے گا وہی اس کی صورت متعین کرے گا اور وہی اسے ختم کرے گا دستور کے قوانین کے مطابق اور شق نمبر 3 میں ہے صدر کے لئے پارلیمنٹ کو توڑنے کا اختیار ثابت ہے) نیز اس میں کوئی قانون اس وقت تک قابل عمل نہیں جب تک کہ طاغوت اس کی تصدیق نہ کر دے (کویتی دستور کے آرٹیکل 79 میں ہے: کوئی قانون اس وقت تک نافذ العمل نہیں ہوسکتا کہ آرٹیکل 93 کی شق نمبر ایک میں لکھا ہے: قومی اسمبلی یا پارلیمنٹ کے پاس کردہ ہر قانون کو تصدیق کے لئے صدر کے پاس بھیجا جائے گا۔ نیز شق نمبر 3 میں ہے کہ: اگر صدر قانون پاس نہ کرے تو 6 ماہ کے اندر اسے پارلیمنٹ کو واپس کرنا ہوگا۔ گویا اردن میں صدر کی تصدیق سے بھی پہلے پارلیمنٹ کی تصدیق ضروری ہوتی ہے یعنی پارلیمنٹ درحقیقت صدر کی معاون ہوتی ہے ......) کیا اب بھی تم اس کفر بواح اور شرک صریح پر اصرار رکھتے

رہو گے اور چیختے چلاتے رہو گے اور یہی راگ الاپو گے کہ ہم ان اسمبلیوں کو شیعوں اور عیسائیوں وغیرہ ملاحدہ کے لیے کیونکر خالی چھوڑ دیں؟ تف ہے ایسی بے عقلی اور خسیس تدبیر پر۔ ارشاد فرمایا:

وَ لاَ يَحْزُنكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ.

(آل عمران:١٧٦)

اور آپ کو وہ لوگ غمزدہ نہ کریں جو کفر میں تیزی دکھاتے ہیں یقیناً وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

اگر تو تم بھی ان ملاحدہ میں شامل ہو تو یہ طرز عمل تمہیں مبارک ان کے ساتھ ان کے کفر و شرک میں شراکت اختیار کر لو تمہاری مرضی لیکن جان رکھو یہ شراکت اس دنیا تک محدود نہ رہے گی بلکہ آخرت میں بھی تم انہی کے ساتھ ہو گے جیسا کہ اللہ اس طرح کی مجالس (عربی میں اسمبلی کو مجلس کہتے ہیں جس کی جمع مجالس ہوتی ہے) میں شرکت سے روکنے کے بعد نہ رکنے کی صورت میں انجام بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا. (نساء:١٤٠)

یقیناً اللہ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

کیا اب بھی تمہیں یقین نہیں کہ یہ کفر اور اللہ کے دین کے مقابل ایک مستقل دین اور ملت توحید کے منافی ایک ملت ہے پھر اس پر اتنی فریفتگی کیوں؟ پوچھو اپنے دلوں سے اگر اس میں ایمان ہو اور پھر ان اسمبلیوں کو انہی کے لئے چھوڑ دو جو اس کے اہل ہوں اور پھر ان بت کدوں کو چھوڑ کر ملت ابراہیمی حنفی کی اتباع کرو اور وہی بات کہو جو پدر ابراہیم علیہ السلام نے کہی تھی یعنی یوسف علیہ السلام حالانکہ وہ کمزور اور بے یار و مددگار قید میں تھے:

اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ، وَاتَّبَعْتُ

مِلَّةَ ابَآئِیۤ اِبۡرَاهِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ مَا کَانَ لَنَآ اَنۡ نُّشۡرِکَ بِاللّٰهِ مِنۡ شَیۡءٍ ذٰلِکَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ عَلَیۡنَا وَ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَشۡکُرُوۡنَ. (یوسف:۳۷-۳۸)

یقیناً میں نے ایسی قوم کے دین کو ترک کر دیا جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتی اور وہ آخرت کی بھی منکر ہے اور اپنے آباء ابراہیم، اسحاق، یعقوب کے دین کی اتباع کی ہے ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک کریں یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

یعنی اس دین کو اختیار ہی نہیں کیا جس میں شرک وانکار ہو سو میرے بھائیوں چھوڑ دو طاغوت اور طاغوتی اسمبلیوں کو ان سے بیزاری کا اظہار کرو اور جب تک ان کی یہ حالت ہو ان کے ساتھ کفر کرو یہی روشن حقیقت ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے:

وَ لَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ هَدَی اللّٰهُ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَیۡهِ الضَّلٰلَةُ. (نحل:۳٦)

اور تحقیق ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے الگ رہو پھر ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت دے دی اور بعض پر گمراہی صادق آ گئی۔

ءَ اَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَیۡرٌ اَمِ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ، مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّیۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ. (یوسف:۳۹-۴۰)

کیا بہت سے مختلف رب بہتر ہیں یا اکیلا اللہ قہار تم اس کے سوا محض ایسے ناموں ہی کو

تو پوجتے ہو جو خود تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھے اللہ نے ان کی سند نہیں اتاری حکم نہیں مگر صرف اللہ کا اس نے حکم دیا کہ تم نہیں عبادت کرو مگر صرف اسی کی یہ ہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

مہلت ختم ہو اور قیامت قائم ہو جائے اس سے قبل ہی تم یہ سب دھندے چھوڑ دو پھر اس دن تم تمنا ہی کرتے رہ جاؤ گے اور اس دن تو ندامت و حسرت کچھ کام نہ آئے گی:

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ.

(بقرہ:١٦٧)

اور جن لوگوں نے اتباع کی ہوگی کہیں گے کاش ہمیں ایک بار لوٹنا نصیب ہو پھر ہم ان سے بری ہو جائیں گے جیسے وہ آج ہم سے بری ہو رہے ہیں اللہ ان کے اعمال ایسے ہی ان پر حسرتیں بنا کر انہیں دکھائے گا حالانکہ وہ آگ سے نکل سکنے والے نہ ہوں گے۔

آج اس سے باز آ جاؤ اور اگر تم واقعی ملت ابراہیمی اور راہ انبیاء کے مالک ہو تو ان سے کہہ دو جیسا کہ ہم کہہ رہے ہیں:

اے اپنے ہاتھوں بنانے والے قوانین اور زمینی نظاموں اور دستوروں کے غلامو! اے دین جمہوریت کے دالدادو، اور اے قانون ساز نام نہاد ربوبیت کا دعویٰ کرنے والو، ہم تم سے اور تمہارے دین سے اللہ کے لئے بری ہیں ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں تمہارے شرکیہ دستوروں اور وثنی اسمبلیوں کو اپنے قدموں تلے روندتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت و بغض ظاہر ہے تا آنکہ تم اکیلے اللہ پر ایمان لے آؤ۔

پارلیمانی حقائق

اے ارباب عقل ودانش عبرت حاصل کرو۔

میں نہیں سمجھتا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں اپنے رسول کی زبانی جو فیصلہ کر دیا وہ اللہ کے بندوں کی موافقت کا محتاج ہو لیکن اس کے باوجود میں اس صورتحال کے ساتھ دوچار رہا ہوں کہ رب اعلیٰ کا فرمان جو مقدس کتاب میں موجود ہو اللہ کے اس کلام کا قانونی درجہ حاصل کرنے کے لئے پارلیمنٹ میں موجود اللہ کے بندوں کے موافق ہونا ضروری ہے اور اگر پارلیمنٹ میں موجود اللہ کے بندوں کا فیصلہ قرآن میں موجود اللہ کے فرمان کے خلاف ہو تو اللہ کے بندوں کا فیصلہ ایسے قانون کا درجہ حاصل کر لے گا جس کے مطابق بااختیار عدالتوں میں فیصلہ کیا جائے گا اور قانون نافذ کرنے والے ادارے اس کے نفاذ کی ضمانت دیں گے اگر چہ وہ قرآن وسنت کے خلاف ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے شراب حرام کی ہے جبکہ پارلیمنٹ اسے جائز قرار دیتی ہے اللہ نے حدود کے قیام کا حکم دیا ہے جبکہ پارلیمنٹ انہیں کالعدم قرار دیتی ہے نتیجہ یہ ہوا پارلیمنٹ کا فیصلہ ہی اسلام کی مخالفت کے باجود قانون کا درجہ حاصل کر لیتا ہے (ماخوذ از مقالہ برائے ڈاکٹر احمد ابراہیم خضر جو کہ مجلس اسلامی لندن کی جانب سے جاری کیئے جانے والے مجلّہ البیان کے شمارے نمبر 66 میں شائع ہوا)۔8 سال تک رکن پارلیمنٹ رہنے والے ایک عالم اسلام کے مقالے کا یہ خلاصہ ہے ان کی اسٹوری یہ ہے کہ پہلے تو انہوں نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ منبروں پر اس بارے میں خطبے ہونے چاہئیں کتابیں لکھی جانی چاہئیں پھر ایک عرصے تک ایسا کرنے کے بعد ان سے ایمان میں اضافہ تو ہوا لیکن یہ بھی سمجھ میں آیا کہ صرف ان طریقوں سے قوانین میں تبدیلی نہیں آسکتی نہ قانون ساز اداروں اور عدالتوں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں میں ان خطبات اور کتب کی کوئی حیثیت وتائید ہے لہٰذا شریعت اسلامیہ کے نفاذ اور لوگوں کو گمراہی سے بچانے اور اسلام کے سایہ عافیت میں لانے کے لئے خود پارلیمنٹ میں جانے کا فیصلہ کیا اور ''مجھے دین ودنیا

کی خاطر اپنی آواز دو'' کا نعرہ لگا کر اور دیگر ذرائع استعمال کر کے پارلیمانی انتخابات میں کامیاب بھی ہو گئے اور مسلسل دو بار پارلیمنٹ کے رکن بھی رہے اپنے ان دونوں ادوار کے اختتام میں کہنے لگے کہ ''اپنے ان دونوں ادوار میں اس قدر اسلامی بیانات کے باوجود وہ اپنی بازگشت کا کوئی منطقی انجام پاتے ہوں یہ انتہائی دشوار ہے'' ایک دن یہ صاحب ہم وطنوں کی بھلائی کے لئے قائم کسی ادارے کے دورے پر گئے تو وہاں ان کا سامنا 30 کے قریب خواتین سے ہوا جو فرش پر بیٹھی تھیں انہوں نے وہاں کے ذمہ دار سے ان کا جرم پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ یہ زانیات ہیں وہ پوچھنے لگے کہ ان کے ساتھ زنا کرنے والے مرد کہاں ہیں کیونکہ زنا مرد وعورت کے ملاپ کے بغیر نہیں ہوتا تو وہ ذمہ دار کہنے لگا کہ وہ تو ہمارے نزدیک ان کے خلاف محض عینی گواہ کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے ان کے ساتھ زنا کیا اور ان کی اجرت دے دی تو اب یہ مقدمہ لے کر آ گئیں اس لئے نہیں کہ انہوں نے زنا کیا ہے بلکہ اس لئے کہ جب انہوں نے ان مردوں سے اجرت کا مطالبہ کیا تو وہ جوان سے زنا کا اعتراف بھی کر رہے خود انہی کے خلاف عینی گواہ بن بیٹھے اور قانون ان کے اعتراف زنا کو اہمیت کو اہمیت نہیں دیتا صورتحال سننے کے بعد یہ صاحب انتہائی ناراض ہونے لگتے ہیں تو وہ ذمہ دار شخص ان سے بڑے اطمینان سے کہتا ہے کہ ہم اس قانون کو نافذ کرنے کے پابند ہیں جو آپ لوگ پارلیمنٹ میں بیٹھ کر بناتے ہو یہاں انہیں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نفاذ شریعت کا نعرہ لگانے والے کتنی ہی اکثریت میں ہوں اور کتاب وسنت ان کے لئے کتنا ہی بڑا سہارا ہوا انجام کار یہ کہ نفاذ شریعت اس پارلیمنٹ کے بغیر ممکن نہیں جسے وہ قانون ساز ادارہ کہتے ہیں کیونکہ عدالتیں انہی قوانین کے مطابق فیصلہ کرتی ہیں جو پارلیمنٹ میں بنائے جائیں اور قانون نافذ کرنے والے ادارے قرآن وسنت اور اسلام کی حمایت میں اسی قدر متحرک ہوتے ہیں جس قدر پارلیمنٹ انہیں اس حوالے سے اجازت دے اب ان کی فکر کا زاویہ یہ بنا کہ اس مقصد کو اسی وقت حاصل کیا جا سکتا ہے جب اسپیکر پارلیمنٹ یہ جان جائے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے تاکہ وہ اس کے مطابق فیصلہ دے چنانچہ انہوں نے حدود شرعیہ کے نفاذ، سود کی حرمت مع نعم البدل، اللہ کے

احکام کی سربلندی کے اسباب کو آسان بنانے ، ماہ رمضان کی حرمت کی رعایت کرنے اور اس کے دن کے میں علانیہ افطار نہ کرنے ۔سڑکوں اور ساحلوں کو بدمستیوں سے پاک کرنے اور ایسے ہی بہت سی دیگر اسلامی احکام سے متعلق دستوری قوانین پالیمنٹ میں پیش کردیئے اور ارکان پارلیمنٹ کی ایک بڑی تعداد نے اس سلسلہ میں ان کی حمایت بھی کی اور یہ صاحب اپنے ساتھ بعض اراکین پارلیمنٹ کو عمرے کے لئے لے گئے اور حجر اسود کے قریب کھڑے ہوکر ان سب نے عہد کیا کہ پارلیمنٹ میں اللہ کے قانون کی تائید کریں گے پھر بذریعہ جہاز مدینہ گئے وہاں بھی مسجد نبوی کے صحن میں باآواز بلند اللہ کے دین کا عہد کیا۔اب ملک کے تین قانونی اداروں کے رکن ان صاحب نے محرمات کے خاتمے اور نفاذ شریعت کی ذمہ داری سنبھال لی اور اس وقت کے وزیر انصاف کو دھمکی دی کہ ان سے چند ماہ بعد جواب طلبی ہوگی لیکن نہ تو نفاذ شریعت کے لئے کوئی پیش رفت ہوئی نہ وزیر صاحب نے ان کی بات کا جواب دیا اب انہوں نے اس سے جواب طلب کیا (اور پارلیمنٹ کے رواج کے مطابق جس سے جواب طلب کیا جائے وہ جواب دہی کا اس وقت تک پابند ہوتا ہے جب تک وزیر کی رکنیت معطل نہ کردی جائے یا ایسے وزیر کو جس سے جواب طلبی کی گئی ہو وزارت سے بے دخل نہ کردیا جائے)اب یہ صاحب اس سے جواب طلبی پر مصر ہیں اور حکومت اپنے وزیر کا مسلسل دفاع اور جواب طلبی کے مطالبے سے دستبرداری کا مطالبہ کرتی رہی اور جب رکن پارلیمنٹ کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو حکومت نے وزارتی رد وبدل کے ذریعے وزیر انصاف کو معزول کردیا تاکہ جواب طلبی کا جواز ہی نہ رہے اور یہ عمل مسلسل دہرایا گیا حتی کہ پارلیمنٹ کے ساتھ معاملے بازی کا ایک حربہ بن گیا اب یہ صاحب ایک مرتبہ پھر ارکان پارلیمنٹ سے کہتے ہیں کہ اسلامی قوانین کا معاملہ کمیٹیوں کے سپرد کرکے کھٹائی میں ڈال دیا گیا ہے جبکہ تم نے حرمین میں عہد کیا تھا کہ تمہاری آواز اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی اور یہ مطالبہ کیا اسلامی قوانین کے فوری نفاذ سے متعلق اس دستاویز پر اپنے اپنے دستخط ثبت کردیں انہوں نے کردیئے انہوں نے یہ دستاویز پارلیمنٹ کے جنرل سیکریٹری کے دفتر میں رکھ دی اور تمام اراکین پالیمنٹ کا حوالہ

دے کر اس پر نظر ثانی کا کا مطالبہ کیا اب اسپیکر پارلیمنٹ کھڑے ہوئے اور تمام ارکان پارلیمنٹ کا حوالہ دے کر اسلامی شریعت کے قوانین پر نظر ثانی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ حکومت بھی اسلام کے متعلق تم سے کم پر جوش نہیں لیکن ہم آپ سے سیاسی اتفاق تک مہلت مانگتے ہیں یہ سن کر تمام دستخط کنندگان اور حرمین میں نفاذ شریعت کا معاہدہ کرنے والے ارکان پارلیمنٹ تالیاں بجانے لگے اور اس کے مطالبے سے متفق ہو گئے لہٰذا نفاذ شریعت کے فوری نفاذ کا مطالبہ ضائع کر کے ایک بار پھر حکومت کے حامی بن گئے۔

اب یہ صاحب نفاذ شریعت سے متعلق اپنی کوشش کے بے سود ہونے پر اپنے ساتھی ارکان پارلیمنٹ سے مایوس ہو گئے کہ وعدہ کرتے ہیں پھر جفا کرتے ہیں پھر اچانک ہی ایک دن اسپیکر پارلیمنٹ کی جانب سے ایک ریزولیشن سامنے آیا کہ اسلامی شرعی قوانین کے لئے ایک عام کمیٹی تشکیل دی جائے گی لیکن جلد ہی اس کا پول بھی کھل گیا کہ حکومت کا یہ ہنگامی اقدام اسلام کی خیر خواہی کے لئے نہ تھا بلکہ پہلے اقدام کے نتیجے کے طور پر ملنے والی ذلت وملامت کے ازالے کے لئے تھا اب ان صاحب نے اس اقدام کا خیر مقدم کیا جبکہ یہ ان کی سمجھ سے بالاتر تھا اب کمیٹی بھی بیٹھ گئی اور عالم رکن صاحب بھی سمجھ گئے کہ ان تلوں میں تیل نہیں اور حکومت میں اللہ کے قوانین کے نفاذ کے گرم خون معدوم ہے کیونکہ اگر اللہ کی رضا مقصود ہو تو بہت سے ایسے معاملات بھی ہیں جن کے نفاذ کے لئے اس قدر جدوجہد کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں بلکہ وہ بیک جنبش قلم نافذ کئے جا سکتے ہیں مثلاً شراب کے کارخانوں اور دوکانوں کو بند کروانا۔ یہ اور اس جیسے کچھ اور حقائق جب جمع ہو گئے تو ان صاحب ان کو ایک بات اچھی طرح سمجھا گئے اور اس نے اپنے دل میں پارلیمنٹ سے نمٹنے کا خود ہی ایک قاعدہ وضع کر لیا کہ نفاذ شریعت ان لوگوں کے ہاتھوں نہیں ہو سکتا۔ پھر سب لوگوں کو بھی اور ان صاحب کو بھی پارلیمنٹ کے تحلیل کر دیئے جانے سے دوچار ہونا پڑا وہ بھی اس وقت جب یہ ایک کمیٹی کے صدر تھے جس کا کام نفاذ شریعت کے لئے عدالت میں اپیل کردہ دعوؤں کے طریقہ کار اور ضابطوں کی تعیین کرنا تھا اور یہ تقریباً 30 اجلاسوں تک

اس کمیٹی کے ساتھ مل کر قانون سازی اور عملی ریسرچ بھی کرتے رہے اسی دوران پارلیمنٹ سے ایک انتہائی خطرناک فیصلہ منظر عام پر آیا جس نے لوگوں کی ذاتی زندگی کو متاثر کر دیا یہ صاحب اس فیصلے کے مدمقابل ڈٹ گئے کیونکہ وہ اسلام اور دستور کے خلاف تھا لیکن قاعدہ یہ ہے کہ حکومت جب کسی بات کو لوگوں پر لازم قرار دینا چاہے تو پارلیمنٹ کو اختیار رہے کہ کسی فیصلے کو تبدیل یا ختم کر دے اگر چہ ایسا کرنا خلاف اسلام ہی ہو اور وہ بنیادی قاعدہ جس کا سہارا پارلیمنٹ لیا کرتی ہے تو خود ان صاحب نے اس کا خلاصہ اس طرح کیا ہے کہ: ''میں کتنے ہی دلائل پیش کر دوں اور کتنا ہی اپنے موقف میں کتاب وسنت سے سہارا اور سندلوں پارلیمنٹ کی سب سے بڑی خامی اور مجبوری یہ ہے کہ جمہوریت مطلق اکثریت کو ہی علی الاطلاق فیصلے کی مالک قرار دیتی ہے کسی بھی طرح کی قید یا شرط کے بغیر اگر چہ وہ فیصلہ خلاف اسلام ہی ہو''۔

اب یہ صاحب محسوس کرنے لگے کہ حکومت اور اسپیکر اور اراکین پارلیمنٹ کی اکثریت ان سے نالاں ہے اور اس کے خلاف ہو چکی ہے اور اس پر یہ الزام لگانے لگی ہے کہ وہ پارلیمانی عمل میں رکاوٹ ڈالتا ہے اس کے باوجود بھی یہ اپنی کوششوں میں لگے رہے کتنے ہی ایسے سوالات پیش کئے جنہیں روزنامچے میں درج ہی نہ کیا جاتا کتنی ہی رپورٹیں دائر کیں پر کچھ شنوائی نہ ہوئی بالآخر اپنے اسی آخری ہتھیار کو استعمال کیا جسے ردّ نہیں کیا جا سکتا حکومت کے وزراء سے جواب طلبی کہ انہوں نے شرعی اوقاف کے لئے دینی اسکولوں اور تحفیظ قرآن کے مدرسوں اور دینی یونیورسٹیوں میں تعلیمی نظام کی بہتری کے لئے کتنا کتنا بجٹ مقرر کیا ہے اور انہوں نے مساجد کے لئے یہ قانون جاری کرنے کے بعد ''کہ کوئی بھی شخصیت عبادت گاہوں میں ایسی بات نہیں کرسکتا جو کسی حکومتی فیصلے یا حکومتی ادارے کے فیصلے کے خلاف ہو اور جو ایسا کرے گا اس پر قید و جرمانہ ہوگا اور پھر کرے گا تو قید اور جرمانہ ڈبل ہوگا'' ان کے لئے کس قدر بجٹ مقرر کیا ہے۔ ایسے ہی وزیر سیاحت سے جواب طلبی کی کیونکہ ہوٹلوں میں بنے مدارس کے طلباء کو نشہ آور اشیاء کے استعمال پر مجبور کیا گیا تھا پھر وہ صاف مکر گئے اور انہیں مدرسہ سے خارج

کردیا گیا اور وزیر اطلاعات سے جواب طلبی کی کہ وہ ذرائع وابلاغ کو اس طرح کی بے ہودگیوں سے پاک کرے جو اخلاق واقدار اور شہروں کے تقدس کے منافی ہوں اور وزیر ٹرانسپورٹ اور رسائل سے جواب طلبی کی عمارتوں وغیرہ پر فلموں کے اشتہارات کے متعلق اور پھر یہ سوچا کہ ایک ایک کر کے انہیں جمع کروائے گا اور پھر پارلیمنٹ میں کھڑا ہو گیا اسپیکر پارلیمنٹ کا محاسبہ شروع کر دیا اور اس پارلیمنٹ کے لائحہ عمل کی خلاف ورزی کا الزام لگایا چنانچہ اسپیکر پارلیمنٹ نے کھیل سمجھتے ہوئے تینوں کو اکھٹے درج کرنے کا حکم دیا جبکہ ہر ایک چند ایام کا محتاج تھا پھر ان سے جواب طلبیوں کو رائیگاں کرنے کے لئے پارلیمنٹ کا اکثریتی اجلاس بلوالیا اور پھر سب سے پہلے وزیر سیاحت کو جواب طلبی کے لئے کہا تو حکومت نے مداخلت کی جو پہلے ہی اس جواب طلبی پر معترض تھی کیونکہ اس میں نفرت آمیز کلمہ ہے جس پر آبجیکشن ہے کہہ ''ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے رکن پارلیمنٹ جنہوں نے جواب طلبی کی ہے وزیر پر یہ تہمت لگائی ہے کہ وہ حقیقت کا منکر ہے'' پھر اس اعتراض کو جب اراکین پارلیمنٹ کے سامنے رکھا گیا تو انہوں نے اس جواب طلبی کے معطل ہونے کا فیصلہ دیا اور رکن پارلیمنٹ کو حاصل حکومت کے محاسبے کے دستوری حق کا انکار کر دیا پھر جب وزیر اطلاعات کو دوسری جواب طلبی کے لئے بلایا گیا لیکن جس طرح اراکین پارلیمنٹ نے شراب کی حمایت کی اس طرح رقص وفحاشی کی بھی حمایت جاری رکھی جب کہ وہ حرمین میں شریعت اسلامیہ کی تائید کی حلف اٹھا چکے تھے اس کے بعد وزیر ارسال کو جواب طلبی کے لیے بلالیا گیا لیکن اراکین پارلیمنٹ نے یہ دیکھا کہ اس وزیر کا محاسبہ ان کی خواہشات کے مطابق ہے لہٰذا اس کا محاسبہ کیا گیا۔ اس صورتحال پر موصوف بینچ پر کھڑے ہوئے اور اراکین پارلیمنٹ سے گویا ہوئے

:حضرات محترمین میں کسی منصب کا عبادت گزار ہوں نہ ہی اس کے لئے کسی کرسی کا طلب گار ہوں اور اپنے حلقہ انتخاب کے لئے میرا نعرہ تھا کہ ''مجھے دین ودنیا کی اصلاح کی خاطر اپنی آواز دو'' اور میں یہ سمجھتا رہا کہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ اسلامی قوانین کو مقدم کر دیا جائے

لیکن یہ حقیقت مجھ پراب آشکار ہوئی ہے کہ یہ پارلیمنٹ تو اللہ کے لئے حکم کا اثبات اسی وقت کرتی ہے جب وہ حکم ان کی خواہشات اور پارٹی مفادات کے مطابق ہواور وہ اجازت دیں کہ اللہ کا کلمہ بلند ہونا چاہیئے لیکن اب میں اس مقصد کو حاصل کرنے کا راستہ اپنے سامنے بند پاتا ہوں چنانچہ میں کسی بھی طرح کے افسوس کے بغیر اس پارلیمنٹ سے استعفیٰ کا اعلان کرتا ہوں۔

یہ عالم رکن پارلیمنٹ اپریل 1981ء میں اپنے گھر چلے گئے اور اجلاس ختم ہو گیا وہ پارلیمنٹ سے گئے پھر دنیا ہی سے چلے گئے لیکن جمہوری پارلیمنٹ اب بھی اللہ کے نازل کردہ دستور، قانون، نظام، منہج ، دین کے بغیر قانون بنا رہی ہے اور جمہوری عدالتیں ان کے مطابق فیصلے دے رہی ہیں اور جمہوری قانون نافذ کرنے والے ادارے ان فیصلوں کو نافذ کر رہے ہیں۔

دین جمہوریت اللہ کے دین اور ملت توحید سے متضاد ایک دین وملت ہے اور اس کی پارلیمنٹ اور اسمبلیاں شرک کے قلعے اور بت کدے ہیں جن سے توحید کے اثبات کی خاطر اجتناب کرنا واجب ہے توحید جو بندوں کے ذمے اللہ کا حق ہے بلکہ ان قلعوں اور بت کدوں کو مسمار اور نیست نابود کرنے کے لئے ہر سعی کرنی چاہیئے اور ان کے حامیوں سے بغض وعداوت رکھنا چاہیئے اور ان کے خلاف علم جہاد بلند کرنا چاہیئے اور یہ کوئی اجتہادی مسئلہ نہیں جیسا کہ بعض علماء سوا یسا باور کراتے ہیں بلکہ واضح شرک اور کفر بواح ہے جس سے بارہا اللہ تعالیٰ نے اپنے محکم کلام میں ڈرایا ہے اور نبی ﷺ اپنی پوری زندگی اس کے خلاف جنگ کرتے رہے۔

المؤلف

وماتوفیقی الا باللہ وما علینا الا البلاغ المبین

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان